پاکستان کسان مزدور تحریک

نیوز لیٹر

ایڈیٹوریل ٹیم: علی اکبر، راجہ مجیب، ظہور جوئیہ، ولی حیدر اور عذرا طلعت سعید

جنوری تا جون، 2018 جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 2

سرمایہ دارانہ زراعت کی یلغار اور عوامی ردعمل!

سرمایہ دارانہ نظام پیداواری وسائل اور پیداواری طریقوں پر قبضے کے ذریعہ منافع کمانے کے ایک ہی اصول پر قائم ہے۔ اسی اصول کے تحت زراعت میں بھی سرمایہ دارانہ نظام کے تحت وقت کے ساتھ ساتھ پیداواری طریقوں میں تیزی سے تبدیلیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ حقیقی ترقی اور خوشحالی کے بجائے سرمایہ دارانہ ترقی ہورہی ہے کہ جس میں دولت اور وسائل کا ارتکاز چند ہاتھوں میں جبکہ دنیا کی بڑی آبادی استحصال، محرومی اور غربت کا شکار ہے۔ سرمایہ دارانہ مشینی زراعت کا آغاز کسانوں اور مزدوروں کی زندگی میں سہولت اور آسودگی کے لیے نہیں بلکہ قدرتی وسائل مثلاً زمین، پانی، بیج جیسے دیگر پیداواری وسائل پر قبضہ کو مزید مستحکم کرنے کے لیے کیا گیا جس کے نتیجہ میں پاکستان سمیت دنیا کے دیگر ممالک میں محرومیاں بڑھ رہی ہیں۔ اس کا اندازہ عالمی بینک کی غربت پر 2018 کی رپورٹ سے باخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ دنیا کی مجموعی تقریباً ساڑھے سات ارب آبادی میں سے تقریباً آدھی آبادی (3.4 ارب) زندگی کی بنیادی سہولیات مثلاً خوارک، تعلیم، صحت اور صاف پانی کے حصول کے لیے جدوجہد میں مصروف کار ہے۔ جبکہ دوسری طرف دنیا کی صرف تین بین الاقوامی دیو ہیکل کمپنیوں کا عالمی بیج کی 61 فیصد منڈی پر قبضہ ہے جن میں بائر (جرمنی)، کیم چائینا (چین) اور ڈاؤ ڈوپونٹ (یو ایس اے) شامل ہیں۔

انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ ہمارا حکمران طبقہ بھی سرمایہ دارانہ زراعت کو ہی نجات کی راہ سمجھتے ہوئے ملکی پالیسیوں اور قانونی تبدیلیوں میں مصروف ہے جس کی مثالیں اندر دی گئیں ہیں۔ پانی کی غیر منصفانہ تقسیم ہو یا بین الاقوامی دیو ہیکل کمپنیوں کا آبی وسائل کا اپنے منافع کے لیے استعمال، جنگلات اور پہاڑوں کا کاروباری مقاصد کے لیے خاتمہ ہو یا نجکاری کے نتیجہ میں مزدوروں کا استحصال، یہ تمام عوامل سرمایہ دارانہ نظام کی حوس کا نتیجہ ہیں۔ جسے آج دنیا ماحولیاتی بحران کی شکل میں بھی بھگت رہی ہے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور آبادیوں کو اس استحصالی شکنجہ سے نکالنے کے لیے جدوجہد میں مصروف ہے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جب تک استحصال کی شکار آبادیاں منظّم جدوجہد نہیں کرتی آزادی کا حصول ناممکن ہے۔ پی کے ایم ٹی کے صوبائی اجلاس کسان آبادیوں کو منظّم کرنے کا ایک طریقہ ہے جہاں صوبے بھر کے کسان مزدور اپنے حالات کا جائزہ اور تجزیہ پیش کرتے ہوئے مستقبل کے لیے راہ کا تعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پی کے ایم ٹی پائیدار بیج بینک بھی اسی جدوجہد کی ایک عملی شکل ہے جس میں پیداواری وسائل پر اختیار کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ پی کے ایم ٹی اس بات پر مکمل یقین رکھتی ہے کہ خوراک کی خود مختاری، بیج کی خود مختاری کے حصول کے بغیر ناممکن ہے اور پی کے ایم ٹی نے خوراک کی خود مختاری کے حصول کے لیے منظّم جدوجہد جاری رکھنے کا مسمم ارادہ کررکھا ہے۔

فہرست مضامین:

- پاکستان میں سرمایہ داری زراعت کی یلغار
- پی کے ایم ٹی پنجاب کا چھٹا صوبائی اجلاس
- پی کے ایم ٹی خیبر پختونخوا کا چھٹا صوبائی اجلاس
- پاکستان پانی کے مسائل سے دو چار
- جنگلات کی افادیت اور اس کی کٹائی کے نقصانات
- مزدوروں پر تبدیلی کے اثرات
- پیداواری وسائل پر اختیار ہی...!
- مزدور کسان جدوجہد اور پاکستان کسان مزدور تحریک
- پریس ریلیز
- بیج بینک
- پی کے ایم ٹی کی شناسی سرگرمیاں (جولائی تا دسمبر، 2018)

پاکستان کسان مزدور تحریک نیوز لیٹر روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity) نے شائع کیا۔

سیکرٹریٹ: اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی۔ فون: 34813320 21 92+ فیکس: 34813321 21 92+ بلاگ: rootsforequity.noblogs.org

پاکستان میں سرمایہ دارانہ زراعت کی یلغار

تحریر: ولی حیدر

یوں تو 1970 کی دہائی سے ہی پاکستان میں سبز انقلاب کے ذریعہ سرمایہ دارانہ زراعت کا آغاز کردیا گیا تھا۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم سے کم وقت میں زیادہ پیداوار کے ذریعے زیادہ منافع کمانے کی لالچ نے مشینی زراعت کو بہت تیزی سے فروغ دیا۔ ایک زمانہ تھا جب سال بھر میں صرف ایک ہی فصل کاشت کی جاتی تھی اور زیادہ تر بارش کے ایک پانی سے ہی فصل تیار ہو جاتی تھی۔ اس کی وجہ خالص روایتی بیج تھے جسے صدیوں سے ہمارے آبا و اجداد نے بڑی محنت اور محبت سے سنبھال کر نسل در نسل منتقل کیا۔ اس زمانے میں جسمانی مشقت کے بدلے خالص خوراک حاصل ہو جاتی تھی مگر جب سے زراعت پر جدت کے نام پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہوا ہے، زراعت اور زرعی معیشت سے وابستہ تقریباً ہر شعبہ تباہ یا آلودہ ہو کر رہ گیا ہے۔

زیادہ پیداوار کی لالچ میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہمارے روایتی خالص بیجوں کا خاتمہ کیا گیا۔ کمپنیوں کے تیار کردہ ہائبرڈ اور جینیاتی بیجوں سے پیداوار بڑھانے کا پروپیگنڈا کیا گیا جس کا اس حد تک اثر ہوا کہ ہماری کسان آبادیوں نے اپنا بیج چھوڑ کر کمپنیوں کے مصنوعی بیج کو قبول کرلیا۔ بیج سے شروع ہونے والی اس تباہی نے دیہی آبادیوں پر انتہائی منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ کیمیائی کھاد، زہریلے اسپرے اور بھاری بھرکم مشینوں نے نہ صرف زمین کی زرخیزی کو بری طرح متاثر کیا ہے بلکہ اس سے بڑے پیمانے پر ماحولیاتی آلودگی بھی پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ ساتھ سرمایہ دارانہ زراعت کے انسانی صحت پر بھی انتہائی منفی اثرات پڑے ہیں۔ صحت، ماحول اور آبادیوں کو ہونے والے اس ناقابل تلافی نقصان کے بدلے منافع خور کمپنیوں کے منافع میں اربوں ڈالر کا اضافہ ہوا جس کے نتیجہ میں دیہی آبادیاں خصوصاً چھوٹے اور بے زمین کسان اور مزدور خوراک جیسی انتہائی بنیادی انسانی ضرورت سے بھی محروم ہوتے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ نقل مکانی، بے روزگاری، مہنگائی اور اس جیسے دیگر اثرات بھی سرمایہ دارانہ زراعت کے غلبے کا ہی نتیجہ ہیں۔

پاکستان میں سرمایہ دارانہ زراعت کا فروغ، پچھلے چند سالوں میں مزید تیز ہوگیا ہے جس کی چند مثالیں درجہ ذیل آئینی ترامیم اور پالیسیاں ہیں:

1۔ بیج کا ترمیمی قانون 2015۔

2۔ پلانٹ بریڈرز رائٹس ایکٹ 2015۔

3۔ پنجاب فاریسٹ ترمیمی ایکٹ 2016۔

4۔ پنجاب ایگریکلچرل مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی ایکٹ 2018۔

مندرجہ بالا آئینی ترامیم یا نئے قوانین متعارف کروانے کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہے کہ نجی شعبہ خصوصاً بڑی بڑی بین الاقوامی کمپنیوں مثلاً مونسانٹو وغیرہ کو پاکستان میں کاروبار کرنے میں آسانی فراہم کی جائے۔ ان قوانین کی منظوری سے پاکستانی زرعی منڈی پر دیوہیکل زرعی کمپنیوں کا قبضہ آسان ہوگیا ہے۔ یہ یاد رہے کہ پہلے ہی ان بڑی بڑی کمپنیوں کا غلبہ عالمی زرعی منڈی پر موجود ہے۔ نت نئی آئینی ترامیم کے ساتھ ساتھ عالمی مالیاتی ادارے خصوصاً عالمی بینک، آئی ایم ایف اور امریکی امدادی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) تیزی کے ساتھ سرمایہ دارانہ زراعت کو دنیا بھر میں فروغ دینے میں پیش پیش ہیں۔ اس کی ایک مثال عالمی بینک کی جانب سے بدلتے ہوئے موسمی حالات یا ماحولیاتی آلودگی کے اس دور میں بدلتے ہوئے زرعی طریقوں کی نشاندہی کے لیے مختلف ممالک کی درجہ بندی (پروفائلنگ) ہے جس کا مقصد موسمی تبدیلی والی زراعت کے لیے راہیں ہموار کرنا ہے۔ یعنی پھر سے موسمی تبدیلی سے مطابقت رکھنے والی زراعت کے نام پر کمپنیوں کے تیار کردہ بیج مقامی آبادیوں کو فروخت کیے جائیں گے اور کسانوں کو راغب کیا جائے گا کہ وہ سخت گرمی کو برداشت کرنے والے یا زیادہ بارش میں فصل دینے والے بیج کاشت کریں۔

سرمایہ دارانہ زراعت کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ طریقہ زراعت لوگوں اور آبادیوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے نہیں اپنایا جاتا، بلکہ اس طریقہ کار کا ایک ہی مقصد زیادہ سے زیادہ منافع کمانے ہے۔ اس لیے اس بات پر کوئی غور و خوض نہیں کیا جاتا کہ دنیا میں غذائی کمی اور بھوک کے شکار افراد کی تعداد کروڑوں میں ہونے کے باوجود نقدآور فصلیں یا ایندھن بنانے کے لیے فصلیں کیوں کاشت کی جاتی ہیں۔ سرمایہ دارانہ زراعت میں استعمال ہونے والی تمام ٹیکنالوجی پر صرف کمپنیوں کا ہی اختیار ہوتا ہے جبکہ کسان اس ٹیکنالوجی کے حوالے سے نابلد رہتا ہے۔ سب سے بڑھ کر سرمایہ دارانہ زراعت سے پیداواری لاگت بڑھتی جارہی ہے جو ایک چھوٹے اور بے زمین کسان کی سکت سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیداواری اخراجات برداشت نہ کرپانے کی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں چھوٹے اور بے زمین کسان خاندان گاؤں سے شہر کی طرف نقل مکانی کرنے پر مجبور ہیں اور اس مہنگائی کی وجہ سے غربت میں بھی بے اضافہ ہورہا ہے۔ غرض یہ کہ سرمایہ دارانہ زراعت سے ناصرف ہماری زرعی

پیداواری خودمختاری کا خاتمہ ہوا بلکہ صحت اور ماحولیات کو بھی شدید نقصان پہنچا۔

ایک طرف سرمایہ دارانہ زراعت کے نتیجہ میں ہماری خوراک سے غذائیت کا خاتمہ کیا گیا جبکہ دوسری جانب نجی کاروباری شعبہ غذائی اشیاء میں مصنوعی غذائیت شامل کرنے کے منصوبوں پر کام کررہا ہے۔ یہ ایک دہرا وار ہے، پہلے مصنوعی بیج، کھاد اور زہریلے اسپرے سے خوراک سے غذائیت ختم کی گئی اور اب جب لوگوں میں مختلف اقسام کی غذائیت میں کمی کی نشاندہی کی جارہی ہے تو اسے ادویات یا مصنوعی طریقے سے خوراک میں شامل کرکے پوری کی جارہی ہے۔

پی کے ایم ٹی پنجاب کا چھٹا صوبائی اجلاس

رپورٹ: روٹس فار ایکوٹی

پاکستان کسان مزدور تحریک، پنجاب کا چھٹا صوبائی اجلاس باعنوان ''خودمختار کسان خودمختار پاکستان: خوراک کی خودمختاری کے لیے پی کے ایم ٹی کی دس سالہ جدوجہد'' مورخہ 7 اکتوبر، 2018، رینیول سینٹر لاہور میں منعقد کیا گیا۔ صوبائی اجلاس میں صوبے بھر سے پی کے ایم ٹی ممبران نے شرکت کی۔ اجلاس میں نظامت کے فرائض پی کے ایم ٹی ضلع ملتان کے رکن ظہور جوئیہ اور ضلع ساہیوال کے رکن چودھری اسلم نے انجام دیے۔صوبائی رابطہ کار پنجاب مقصود احمد نے تمام اضلاع کے رابطہ کاروں، ممبران اور دیگر شرکاء کو خوش آمدید کہا اور اجلاس میں شرکت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

پی کے ایم ٹی ملتان کے رکن ظہور جوئیہ نے 2018 کے عام انتخابات کے حوالے سے کہا کہ ہمارے ملک میں دو ہی نظام ہیں جو کسان اور مزدوروں پر مسلط ہیں۔ ایک جاگیرداری اور دوسرا سرمایہ داری۔ اسمبلیوں میں کسان اور مزدور طبقہ کہیں نظر نہیں آتا۔ اس دفعہ کے انتخابات میں بھی حقیقی عوامی نمائندے منتخب نہیں ہوئے۔ جاگیردار، سرمایہ دار اور طبقہ اشرافیہ اپنی نئی نسلوں اور دیگر ہمنواؤں کو اسمبلیوں میں لاتا ہے۔ کیا کوئی کسان کا بیٹا یا کسی مزدور طبقہ سے حقیقی نمائندہ اسمبلیوں میں آتا ہے، کیا یہ لوگ چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے حقوق سمجھیں گے یا انہیں دیں گے؟ پچھلے 70 سالوں سے ہم یہی کہتے آئے ہیں کہ ہمارے حالات ایک دن ضرور بدلیں گے لیکن کب؟ اگر ہم خاموش بیٹھے رہے تو ہمارے حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں گے، ہمیں اپنا آج اور آنے والا کل بدلنا ہے جس کے لیے ہم سب کو متحد ہونا پڑے گا اور اس تحریک میں مزید لوگوں کو شامل کرنا ہوگا۔

خوراک کی خودمختاری پر بات کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی ضلع ملتان کے رکن صابر عظیم نے کہا کہ ہمارے آباؤ و اجداد دریا کے کنارے کشتیوں میں اپنی زندگی گزارتے تھے جن کا گزربسر مچھلی اور لکڑی پر ہو جاتا تھا۔ ''نداروں'' نام کے ایک درخت کی لکڑی سے ٹوکرے بنائے جاتے تھے جنہیں آس پاس کے گاؤں یا چھوٹی منڈیوں میں فروخت کرکے آٹا اور گھر کا راشن لاتے تھے۔ اب جنگلات اور دریائی وسائل پر اشرافیہ کے قبضے کی وجہ سے مقامی لوگوں کو روزگار کے حصول میں شدید مسائل پیش آرہے ہیں۔ جنگلات پر قبضے کے بعد مقامی لوگوں نے بٹائی یا حصے پر زمین لے کر گندم اور دیگر غذائی فصلوں کی کاشت شروع کردی لیکن پیداواری لاگت میں اضافے کی وجہ سے کسانوں کو خاطر خواہ آمدنی نہیں ہوتی جس سے وہ خوراک اور صحت وتعلیم جیسی بنیادی

ضروریات پوری کرسکیں۔ جب تک دریائی جنگلات پر ہماری مقامی آبادیوں کا اختیار تھا اس وقت تک ان آبادیوں کو خوراک کی خودمختاری حاصل تھی لیکن اب ان علاقوں میں آبادیاں دو وقت کی روٹی کے لیے بھی پریشان ہیں۔

پی کے ایم ٹی ساہیوال کے رکن چودھری اسلم نے سرمایہ دارانہ زراعت پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے کسان نسل در نسل جاگیرداروں کی غلامی میں اپنی زندگی گزار دیتے ہیں۔ جاگیردار کسانوں کو آدھے یا چوتھے حصہ پر کھیتی باڑی کے لیے زمین دیتے ہیں۔ سخت محنت کے باوجود فصل پر اخراجات زیادہ ہونے کی وجہ سے کسانوں کو آمدنی نہیں ہوتی۔ اس صورتحال میں کسان کی مدد تو دور جاگیردار الٹا کسانوں کے ساتھ جبری سلوک کرتے ہیں۔ ایک طرف زراعت میں جاگیرداری دوسری جانب سرمایہ داری نے کسانوں کی زندگی میں مشکلات کا پہاڑ کھڑا کردیا ہے۔ سرمایہ دار کمپنیاں منافع کے حصول کے لیے نت نئے طریقہ کار ایجاد کرکے بیج سمیت تمام زرعی پیداوری وسائل پر قبضہ کررہی ہیں۔

ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے کسانوں کی معاشی صورتحال پر بات کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم مقروض ہوتے ہیں تو گھر میں لڑائی جھگڑا اور زندگی پریشانیوں سے بھر جاتی ہے۔ اسی طرح پاکستان پر بھی قرضہ ہے جو تقریباً 90.5 بلین ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔ جب قرض بڑھتا ہے تو ملک کے معاشی نظام میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ملک میں صوبوں کے درمیان لڑائی یا تنازعات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ملک میں کچھ لوگوں کے پاس بے تحاشہ دولت اور وسائل ہوتے ہیں اور زیادہ تر عوام کو دو وقت کی روٹی تک میسر نہیں ہوتی۔

پاکستانی حکومت ہر سال قرض لیتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہم امریکہ جیسے ممالک کے قرض میں جکڑے ہوئے ہیں، جو قرض لیا جاتا ہے اس سے بیج، کھاد، مشینری اور زرعی کیمیائی زہر اور دیگر ٹیکنالوجی خریدی جاتی ہے جس سے قرض دینے والے ممالک کی کمپنیوں کو ہی کاروبار اور منافع کمانے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ پیسہ اسلحے کی خریداری پر خرچ کیا جاتا ہے لیکن کیا ہم توپیں اور بندوق کھا سکتے ہیں؟ جبکہ ملک بھر میں خوراک و دیگر ضروریات کے حوالے سے صورتحال انتہائی خراب ہے۔ بلوچستان میں پانی، صحت اور تعلیم کی شدید کمی ہے جہاں چین سمندری پانی کو صاف کرنے کے کارخانے لگا کر صرف اپنے شہریوں کو پانی فراہم کررہا ہے۔ اسی طرح ضلع راجن پور، پنجاب میں جو کسان پچھلے 70 سالوں سے وہاں پر کھیتی باڑی کرتے آرہے ہیں انہیں حکومت کی جانب سے کہا جارہا ہے کہ زمین حکومت کی ہے اور انہیں اس زمین سے بے دخل کیا جائے گا۔ حکومت نے اقتصادی ترقی کے نام پر جتنی زمین چین کو دی ہے اتنی زمین اگر کسانوں کو دے دی جاتی تو ہزاروں کسانوں کے گھر آباد ہوسکتے تھے پر ایسا ممکن کہاں! ٹیکس ہم دیں اور عیاشیاں ان جاگیردار اور سرمایہ داروں کی ہوں! اگر اب بھی ہمیں چپ رہنا ہے تو ہمیں غلامی قبول کرلینی چاہیے، اگر نہیں تو ہمیں لڑنا ہوگا اپنے حق کے لیے، اپنی زمین کے لیے اور اپنے ملک کے لیے، چاہے اس میں ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک کے مرکزی رابطہ کار الطاف حسین نے حقوق و جدوجہد کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے 2002 میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے حالات اور سبز انقلاب پر بات کی اور کسان مزدوروں کو اکٹھا کرکے جدوجہد کرنے کا عزم کیا۔ 2008 میں پاکستان کسان سنگت کے نام سے باقاعدہ ایک تحریک بنائی گئی جسے 2010 میں پاکستان کسان مزدور تحریک کا نام دیا گیا۔ پی کے ایم ٹی میں ابتدائی طور پر ہم چند لوگ تھے لیکن آج بہت سے لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ میری تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ آپ اپنے اضلاع میں جائیں اور لوگوں کو اکٹھا کریں تاکہ پی کے ایم ٹی ارکان کی تعداد بڑھائی جاسکے۔ کیونکہ ہم جب ہی حقیقی تبدیلی لاسکتے ہیں جب ہم تعداد میں زیادہ اور منظم ہونگے۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں، بیٹے اور بیٹی کی پرورش اور تعلیم میں کوئی فرق نہ کریں کیونکہ جب تک آپ اپنے بچوں کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے تب تک آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ہم معاشرتی ناانصافیوں کو ختم کریں گے اور یہ تب ممکن ہوگا جب ہم اس کی شروعات اپنے گھر سے کریں گے۔

پی کے ایم ٹی، ہری پور کے رکن آصف خان نے بیج کی خودمختاری اور کسانوں کی آزادی کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ بیج بچانے اور اس کو محفوظ کرنے کا بہترین ذریعہ کسان کے پاس ہے۔ آج ہمارے پاس اپنا بیج موجود نہیں ہے حالانکہ 50 سے 70 سال پہلے تک ہمارے پاس ہزاروں اقسام کے بیج تھے۔ ہمارے پاس اپنے بیج نہیں ہیں اس کی بنیادی وجہ سبز انقلاب کی پالیسی اور اس کی سیاست ہے۔ سبز انقلات کے تحت ہی کیمیائی کھاد، مشینری اور زیادہ پیداوار دینے والے بیج متعارف کروائے گئے تھے۔ کسان یہ بات ذہن سے نکال دیں کے کیمیائی کھاد اور ہائبرڈ بیج کے استعمال سے آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن ان مداخل کے استعمال سے پیداواری لاگت میں اضافہ ضرور ہوتا ہے اور کسان منڈی اور ان پیداواری مداخل بنانے والی کمپنیوں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ کسان اس وقت تک خوشحال نہیں ہوسکتا جب تک بیج کی خودمختاری نہ ہو اور زمین کا منصفانہ اور مساویانہ بٹوارہ نہ ہو جس کے لیے جاگیرداری اور سرمایہ دارنہ زراعت کا خاتمہ ضروری ہے۔

صوبائی رابطہ کار سندھ علی نواز جلبانی نے کہا کہ صوبہ سندھ بھی باقی

صوبوں کی طرح بدترین حالات میں ہے جہاں صرف 500 خاندانوں کا سندھ کی تقریباً 90 فیصد زرعی زمین پر قبضہ ہے۔ کسان دن رات زمین پر کام کرتے ہیں، اس کے بدلے میں انہیں پیٹ بھر خوراک تک میسر نہیں ہوتی۔ نہ انہیں تعلیم اور نا ہی بہتر زندگی گزارنے کے لیے نقد آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے سندھ میں گنے کی کاشت میں اضافہ ہورہا ہے جس کی وجہ سے سبزیوں اور دیگر غذائی فصلوں کی پیداوار کم ہوتی جارہی ہے۔ اس صورتحال میں صوبے میں مزید بھوک، غربت اور غذائی کمی میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

صوبائی رابطہ کار کے پی کے فیاض احمد کا کہنا تھا کہ ہری پور، حطار میں ایک کنال زمین آج سے کچھ سال پہلے تک 20,000 روپے میں فروخت ہورہی تھی اور آج یہ قیمت 200,000 روپے ہے۔ صنعتیں قائم کرنے، سی پیک کے راستوں کی تعمیر اور خصوصی اقتصادی زون بنانے کے لیے تیزی کے ساتھ جنگلات کاٹے جارہے ہیں جو ناصرف ماحول کی تباہی بلکہ مقامی آبادیوں کی بیدخلی، روزگار اور وسائل سے محرومی کا سبب بھی بن رہے ہیں۔

پی کے ایم ٹی ساہیوال کے رکن محمد زمان نے ساہیوال کول پاور پلانٹ پر بات کرتے ہوئے کہا کہ 70 مربع زمین پر کوئلے سے چلنے والا بجلی گھر تعمیر کیا گیا ہے جسے چین کے حوالے کردیا گیا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والی بجلی حکومت خرید کر عوام کو فراہم کرتی ہے۔ ضلع میں اس بجلی گھر کی تعمیر سے انتہائی منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں جس زمین پر بجلی گھر تعمیر کیا گیا ہے وہ زرعی زمین تھی۔ اس 70 مربع زمین سے 70 ہزار من گندم کی پیداوار ہوتی تھی۔ زمین پر آباد دو گاؤں خالی کرواکر کسانوں کو ہٹایا گیا۔ اس کے علاوہ اس بجلی گھر سے خارج ہونے والا زہریلا پانی ساہیوال سے ملتان تک جاتا ہے جو یقیناً ماحولیاتی تباہی کا سبب بنے گا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جہاں یہ کوئلے سے چلنے والا بجلی گھر تعمیر کیا گیا ہے وہاں کوئلہ نہیں پایا جاتا ہے اور ریل گاڑی کے ذریعے درآمد شدہ کوئلہ کراچی کی بندرگاہ سے ساہیوال ترسیل کیا جاتا ہے۔

پی کے ایم ٹی، گھوٹکی کے رکن راجہ مجیب نے خوراک کی خودمختاری کے لیے پی کے ایم ٹی کے کردار پر بات کرتے ہوئے کہا کہ خوراک کی خودمختاری سے مراد ہے کہ بیج سے لے کر زمین، پانی جیسے پیداواری وسائل اور خوراک سمیت تمام پیداوار پر کسانوں کا اختیار ہو ناکہ خوراک و زراعت کی سرمایہ دار کمپنیوں کا۔ پاکستان میں 58 فیصد گھرانے غذائی کمی کا شکار ہیں۔ عورتوں میں خون کی کمی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے خاص طور پر کسان عورتوں میں جو کھیتوں میں سخت محنت کا کام کرتی ہیں۔ بھوک اور غذائی کمی کے خاتمے کے لیے خوراک کی خودمختاری کا حصول تب ہی ممکن ہے جب ہمارے پاس اپنا بیج ہو زمینوں کا منصفانہ اور مساویانہ بٹوارہ ہو۔

2010 کے سیلاب کے بعد پی کے ایم ٹی نے دیسی بیج محفوظ کرنا شروع کیا جس کے لیے سخت محنت کرنی پڑی۔ بیج کے تحفظ کی جنگ ایک بنیادی جنگ ہے۔ بین الاقوامی بیج کمپنیوں نے اپنے مفاد کے لیے سیڈ ایکٹ جیسے قوانین منظور کروالیے ہیں جس کے خلاف ملک بھر میں سوائے پی کے ایم ٹی کے کسی جماعت نے احتجاج نہیں کیا۔ خاموش رہنے سے انقلاب نہیں آسکتا۔ اس جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لیے ہمیں مل کر کام کرنا ہوگا۔ ہمیں پی کے ایم ٹی کا منشور باقی لوگوں تک پہنچانا ہے۔ آپ چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور ہی جدوجہد کے ذریعے یہ کام کرسکتے ہیں۔

پی کے ایم ٹی پنجاب کے چھٹے صوبائی اجلاس کے اختتام پر ضلع ساہیوال کے رکن ظہور کھوکھر نے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

پی کے ایم ٹی خیبر پختونخوا کا چھٹا صوبائی اجلاس

رپورٹ: روٹس فار ایکوٹی

پاکستان کسان مزدور تحریک، خیبر پختونخوا کا چھٹا صوبائی اجلاس ''خودمختار کسان خودمختار پاکستان: خوراک کی خودمختاری کے لیے پی کے ایم ٹی کی دس سالہ جدوجہد'' کے عنوان سے مورخہ 16 اکتوبر، 2018 کو ہری پور، خیبر پختونخوا میں منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں صوبے کے مختلف اضلاع سے پی کے ایم ٹی کے کارکنان اور کسان مزدوروں نے شرکت کی۔ اجلاس میں نظامت کے فرائض پی کے ایم ٹی ہری پور کے ساتھی رحم نواز نے انجام دیے۔

2018 کے عام انتخابات پر تجزیہ پیش کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی، ملتان کے رکن ظہور جوئیہ نے کہا کہ میں نے اس موضوع پر پنجاب اسمبلی میں بھی بات کی تھی اور ہمارے بہت سے ساتھیوں کا تعلق مختلف سیاسی جماعتوں سے بھی ہے۔ موجودہ حکومت آج ملک کو ''نیا پاکستان'' قرار دیتی ہے، لیکن ہمیں ایسا نہیں لگتا کہ یہ نیا پاکستان ہے۔ یہ 80 کی دہائی کا پاکستان لگ رہا ہے جب جنرل ضیاء الحق کی آمریت تھی جس میں ارکان اسمبلی عوام منتخب نہیں کرتے تھے بلکہ ان پر مسلط کیے جاتے تھے۔ ذرائع ابلاغ کہتے ہیں کہ یہ ارکان اسمبلی دھاندلی سے بنے ہیں لیکن میرے خیال میں یہ حکومت دھاندلی سے نہیں بنی بلکہ اس کو انتخابات سے پہلے ہی نامزد کردیا گیا تھا۔ عام انتخابات سے پہلے ہی یہ معلوم ہوگیا تھا کہ حکومت کس کی بنے گی کیونکہ جنوبی پنجاب کے سیاسی

رہنماؤں کو تحریک انصاف میں شامل کروایا گیا جن میں زیادہ تر بڑے سرمایہ دار اور جاگیردار تھے۔ ہمارے ہاں ووٹ اس کو ملتا ہے جس کے پاس زمین یا دولت ہوتی ہے، کسان، مزدوروں اور دیگر حقیقی نمائندوں کو ووٹ نہیں دیا جاتا یہی وجہ ہے کہ اسمبلیوں میں ہماری نمائندگی نہیں ہے۔ اسی لیے ہم ہر ایسی حکومت کو مسترد کرتے ہیں جو عوامی مفاد کے خلاف جاگیرداروں، سرداروں اور سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہو۔

پی کے ایم ٹی ضلع دیر کے رکن بختیار زیب نے بیج کی خودمختاری پر بات کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی 70 فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے اور کھیتی باڑی سے منسلک ہے۔ آج سے 70 سال پہلے تک فصلوں اور سبزیوں کے بیج ہمارے کسان خود محفوظ کرتے تھے اور بیج کسانوں کی اجتماعی ملکیت تھے۔ 1960 کی دہائی میں سبز انقلاب کے نام سے دیگر کیمیائی مداخل کے ساتھ متعارف کردہ بیج کے فروغ اور اس کے بعد ہائبرڈ اور جینیاتی بیجوں کے استعمال سے کسان بیج کی خودمختاری سے محروم ہوتے چلے گئے۔ پی کے ایم ٹی نے کسانوں کے بیج پر حق اور خودمختاری کے حصول کے لیے بیج کے ترمیمی قانون 2015 کے خلاف بھرپور احتجاج کیا، پریس کانفرنس کیں، حکومتی ارکان سے ملے، چیئرمین سینٹ کو خط لکھا مگر ہماری آواز نہیں سنی گئی۔ اب پی کے ایم ٹی نے عدالت میں اس کسان دشمن قانون کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے اور ہمیں امید ہے ہم مقدمہ جیت جائیں گے۔ ہم نے جدوجہد کرنی ہے تاکہ کسان خودمختار ہو، بیج کی خودمختاری ہوگی تو ہی ہم آزاد زندگی گزار سکیں گے۔ اگر کسان چاہتے ہیں کہ بین الاقوامی بیج کمپنیوں کا غلبہ ختم ہو تو ہمارے ساتھ آگے آئیں۔ ہم ایک ایک کسان کے پاس جائیں اور انہیں اس جدوجہد میں شامل کریں تو وہ وقت دور نہیں جب ہم بیج کے حوالے سے خود مختار ہو جائیں گے۔ ہم نے گاؤں گاؤں بیج بینک لگائے ہیں، ہمارے کسان ہر سال مختلف اقسام کے دیسی روایتی بیج پائیدار اصولوں پر کاشت کرتے ہیں جس میں کوئی کیمیائی کھاد اور اسپرے استعمال نہیں کیا جاتا جس طرح کمپنیاں اپنے بیجوں کو فروغ دیتی ہیں اسی طرح ہم نے اپنے دیسی بیجوں کو فروغ دینا ہے۔ ہم اسی طرح اپنے بیج بینک بڑھائیں گے اور کمپنیوں کو بھگائیں گے۔

ہری پور یونیورسٹی کے مہمان مقرر پروفیسر جواد نے موسمی انصاف کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ زمین ہماری ماں ہے کی طرح جو ہماری ہر ضرورت پوری کرتی ہے۔ ہر چیز زمین سے حاصل ہوتی ہے۔ خوراک بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے جس کا ذریعہ کسان ہیں، مکان بنانے میں استعمال ہونے والی ہر شے زمین سے نکلتی ہے اور یہ کام مزدور کرتے ہیں۔ پہلے کسان کھیت میں کام کرتے ہوئے اپنے اوزار کے ذریعے جڑی بوٹیاں نکالتے تھے اب کھیت میں گھاس وغیرہ کو ختم کرنے کے لیے زہریلے کیمیائی اسپرے کردیے جاتے ہیں جو ماحول کے لیے سخت نقصان دہ ہیں۔ کوئی بیمار ہو جسمانی کمزوری ہو تو ڈاکٹر اسے طاقت کی دوائیں دیتے ہیں۔ اس دوا میں فولاد، کیلشیم اور دیگر نمکیات ہوتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں مٹی میں موجود ہوتی ہیں۔ لیکن ہم مٹی کھا نہیں سکتے کیوں کہ ہم اسے ہضم نہیں کرسکتے، بچے مٹی کھاتے ہیں تو بیمار ہو جاتے ہیں، ایسا اسی لیے ہوتا ہے کہ ہم مٹی ہضم نہیں کرسکتے لیکن ہم پتے، جڑیں اور تنے ہضم کرسکتے ہیں۔ جیسے ساگ، آلو، پھل وغیرہ ہم کھا سکتے ہیں جن میں کیلشیم،

میگنیشیم، فولاد اور دیگر اہم اجزاء پائے جاتے ہیں۔ یہ سب اجزاء مٹی سے ہی ان پودوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ قدرت نے انسان کو مصروف رکھنے کے لیے مٹی اور خوراک کے درمیان تعلق زراعت کی صورت قائم کیا ہے جسے کسان سرانجام دیتے ہیں۔ ہم خوراک سمیت ہر ضرورت گھر ادویات، کپڑے سب کچھ زمین سے ہی حاصل کرتے ہیں۔ اگر زمین اور مٹی زہر سے پاک صاف ہوگی تو صاف خوراک دے گی، پانی صاف دے گی، ہوا صاف ہوگی۔ اب مٹی میں کیمیائی اجزاء ڈالے جارہے ہیں۔ ہم اپنی آسانی کے لیے گھاس اور جڑی بوٹیاں ہاتھ سے نکالنے کے بجائے اس پر زہریلے اسپرے کردیتے ہیں کیونکہ ہاتھ سے یہ کام کرنے میں زیادہ محنت اور مزدور لگتے ہیں۔ ہم وقت اور پیسہ بچا رہے ہیں، مگر ہم صحت کا سودا کررہے ہیں۔ یہ سارے کیمیائی زہر ہماری خوراک میں شامل ہوجاتے ہیں جو ہم کھاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج معدے کی بیماریاں، گردے اور جگر کی بیماریاں عام ہیں۔

مزدوروں کے مسائل پر بات کرتے ہوئے تاج لالہ نے کہا کہ میں پی کے ایم ٹی کے دوستوں کا شکر گزار ہوں جنھوں نے یہ کامیات جلسہ منعقد کیا۔ پاکستان میں مسئلہ یہ ہے کہ 70 سالوں میں ہماری قوم آج تک مسئلہ اور ضرورت کو نہیں سمجھ سکی، ان دونوں میں فرق ہے۔ ہم حکمرانوں سے گلی، سڑک، پانی، بجلی مانگتے ہیں یہ ضرورت ہے، یہ ضروریات ہمیں کیوں حاصل نہیں ہورہی ہیں یہ مسائل ہیں۔ مسائل کیوں ہیں؟ یہ سوال اگر ہم کریں تو بات آگے بڑھتی ہے۔ ان مسائل کی وجہ نااتفاقی، اقربا پروری، طبقاتی تفریق، مہنگائی، جہالت، غربت، عورتوں کی عدم شمولیت اور بدعنوانی ہے۔ جب تک ہم مل کر جدوجہد کے ذریعے ان مسائل کو جڑ سے ختم نہیں کریں گے ہم خوشحال نہیں ہوسکتے۔

پی کے ایم ٹی ضلع دیر کے نوجوان رکن نعمان شاہ نے خوراک کی خومختاری کی جدوجہد میں نوجوانوں کے کردار پر بات کرتے ہوئے کہا کہ خوراک کی خودمختاری کے لیے اپنی زمین اور اپنا بیج ضروری ہے۔ پاکستان میں زمین کی تقسیم غیر منصفانہ ہے۔ صرف 11 فیصد جاگیرداروں اور زمینداروں کا 45 فیصد زرعی زمین پر قبضہ ہے اور بقیہ 55 فیصد زمین 89 فیصد کسانوں کے پاس ہے۔ جب تک ملک میں منصفانہ اور مساویانہ طور پر زمینوں کی تقسیم نہیں ہوگی تب تک نہ خوراک کی خودمختاری ممکن ہے نہ اور کوئی مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔ زرعی شعبہ میں بین الاقوامی زرعی کمپنیوں کا کردار بڑھتا جارہا ہے جس کی وجہ سے خوراک خالص نہیں رہی۔ ان کمپنیوں کے زرعی مداخل کے استعمال سے چھوٹا اور بے زمین کسان قرضوں میں پھنستا جارہا ہے اور کسان کے بچے اور کسان خود زراعت سے کنارہ کشی اختیار کررہے ہیں۔ پہلے کسان کے بچے کھیت میں کام کرنے پر فخر کرتے تھے، اب نوجوان زراعت سے دور ہورہے ہیں اور کھیتی باڑی کو اچھا نہیں سمجھتے۔ اس کی وجہ سرمایہ دارانہ اور طبقاتی نظام ہے جس کی بدولت کسان کے بچے نہ کسی اعلی عہدے پر ہیں اور نہ ہی انہیں صحت اور تعلیم کی مناسب سہولیات حاصل ہیں۔ ہر جگہ کسان کا استحصال کیا جاتا ہے اور ملک بھر کو خوراک مہیا کرنے والے کسان خود بھوک اور غذائی کمی کا شکار ہیں۔ پی کے ایم ٹی کے پلیٹ فارم سے نوجوانوں کی ایک تنظیم بنائی گئی ہے جو انہیں منظّم کرتی ہے اور پائیدار زراعت کی طرف راغب کرتی ہے، کیونکہ پائیدار زراعت ہی ہماری اصل کامیابی ہے۔ اس تحریک کے زریعے ہم نوجوانوں کے روشن مستقبل کے لیے جدوجہد کریں گے۔

سرمایہ دارانہ زراعت میں کسانوں کے استحصال کے موضوع پر بات کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی ضلع مانسہرہ کے رکن محمد بشیر نے کہا کہ پاکستان میں کسانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کسانوں کی اکثریت بے زمین ہے اور طبقہ اشرافیہ زیادہ تر پیداواری وسائل پر قابض ہے اور یہی طبقہ ملک پر حکمرانی کرتا آرہا ہے۔ سبز انقلاب سے شروع ہونے والی سرمایہ دارانہ زراعت کی وجہ سے کسان مشکلات کا شکار ہیں۔ جینیاتی و ہائبرڈ بیج، ٹریکٹر، کیمیائی کھاد، زہریلے اسپرے کے استعمال کی وجہ سے فصل پر آنے والے اخراجات کئی گنا بڑھ گئے ہیں اور کسان آمدنی سے محروم ہورہا ہے۔ اس صورتحال میں کسان کھیتی باڑی چھوڑنے پر مجبور ہوگیا ہے۔ کسان اپنی خودمختاری کے لیے پی کے ایم ٹی کے ساتھ جڑیں، اپنا بیج محفوظ کریں اور اسے کاشت کریں۔ پی کے ایم ٹی بھی بیج بینک بنارہی ہے۔ اسی راہ پر چل کر ہمیں خود مختاری حاصل ہوگی اور سرمایہ دارانہ زراعت کے استحصال سے نجات ملے گی۔

پاکستان کی معاشی صورتحال پر بات کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی ضلع ہری پور کے رکن طارق محمود نے کہا کہ ہر آنے والی حکومت کہتی ہے کہ بہت برے حالات ہیں اور معیشت تباہ حال ہے۔ مگر یہ حالات کبھی حکمران طبقے کے لیے برے نہیں ہوتے ہمیشہ صرف کسان اور مزدور طبقے کے لیے برے ہوتے ہیں۔ مجموعی قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ 21 فیصد ہے اور صنعت کا 19 فیصد ہے۔ یعنی اس ملک کو پیداوار مزدور اور کسان دیتے ہیں اور دو فیصد طبقہ جو کچھ کام نہیں کرتا ہے وہ دولت سمیٹ رہا ہے۔ ہمارا بجٹ خسارے میں اس لیے ہوتا ہے کہ ہم اپنی پیداوار بیچتے کم ہیں اور غیر ملکی پیداوار زیادہ خریدتے ہیں۔ جو اشیاء ہم برآمد کرتے ہیں وہ بھی کسان اور مزدوروں کی ہی پیدا کی ہوئی ہیں۔ تمام حکومتیں ایک ہی جیسی ہیں جس میں ہمیشہ جاگیردار اور سرمایہ دار ہی اختیارات پر قابض ہوتے ہیں۔ موجودہ حکومت نے 100 دن کا منصوبہ دیا

ہے کہ ملازمتیں اور لاکھوں گھر بنائے جائیں گے جس سے معیشت ترقی کرے گی۔ ان منصوبوں سے ترقی کس کو ملے گی! گھر بنانے کے لیے زمین غریبوں سے لی جائے گی اور گھر بنانے کے لیے جو اشیاء اور مشینری استعمال ہوگی وہ سرمایہ دار کی ہوگی، اس طرح سارا فائدہ تعمیری صنعت سے وابستہ سرمایہ داروں کو ہی ہوگا۔ موجودہ حکومت زرعی ہنگامی منصوبہ بندی اور جدید زراعت اپنا رہی ہے یعنی وہی تجربہ کیا جائے گا جو ناکام ہوچکا ہے، جس سے بھوک غربت اور بیماریوں میں اضافہ ہوا ہے۔ حالانکہ اس کے برعکس زمین کسانوں میں تقسیم کرکے پیداوار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ سالانہ بجٹ میں کسان کے لیے کچھ نہیں ہے الٹا یوریا کی ایک بوری کی قیمت میں 800 روپے اضافہ ہوگیا ہے جس سے سرمایہ دار کا منافع مزید بڑھے گا۔ پاکستان پہلے ہی قرض میں ڈوبا ہے اور مزید قرضہ لینے کے لیے حکومت آئی ایم ایف کے پاس جا رہی ہے۔ آئی ایم ایف جب بھی قرض دیتا ہے کچھ شرائط عائد کرتا ہے جیسے کہ ملک میں نجکاری کرو، مزدوروں کی چھانٹی کرو، گیس بجلی اور پٹرول کی قیمت بڑھاو تاکہ ان کا قرضہ واپس کیا جاسکے۔ اس بار آئی ایم ایف بہت خطرناک شرط عائد کرنے جارہا ہے کہ صوبوں کا ملکی آمدنی میں حصہ یعنی این ایف سی ایوارڈ کے تحت صوبوں کو ملنے والا حصہ بند کرو۔ اس بندش سے صوبوں کے درمیان تنازعات بڑھ جائیں گے۔ یہ قرضے ہمارے حکمرانوں نے کھائے ہیں اور واپس عوام کو کرنا پڑھ رہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ملک کا 98 فیصد طبقہ پستا جارہا ہے، اسی طبقہ کی ہم نے آواز بننا ہے۔

مزدور رہنما راجہ طارق نے حطار انڈسٹریل اسٹیٹ میں مزدوروں کے مسائل پر بات کرتے ہوئے کہا کہ پی کے ایم ٹی کے ساتھی کسان مزدور ہیں اور ہم کارخانوں کے مزدور ہیں، ہم سب ایک ہیں، ہم دن رات کام کرتے ہیں مگر ہمیں ضرورت کے مطابق اجرت نہیں ملتی۔ اس مہنگائی کے دور میں مزدور کی کم سے کم ماہانہ تنخواہ 15 ہزار روپے میں گزارہ ناممکن ہے مگر بہت سے کارخانوں میں مزدور 10 ہزار سے بھی کم تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ ان مزدوروں کو کوئی سہولت نہیں دی جاتی، سوشل سیکورٹی کارڈ بھی نہ ہونے کے برابر مزدوروں کو دیے گئے ہیں۔ بجٹ میں ای او بی آئی کی پینشن بڑھانے کا صرف ڈھونگ کیا گیا۔ پانچ ہزار روپے پینشن میں ریٹائرڈ مزدور کا گزارہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ان کارخانوں میں بہت سی عورتیں بھی مزدوری کرتی ہیں جنھیں مردوں سے بھی بہت کم تنخواہ دی جاتی ہے ان کے حالات مرد مزدوروں سے بھی بدتر ہیں۔ متعلقہ سرکاری ادارے ان کارخانوں میں چھاپے ماریں اور مزدوروں کے حقوق کے حصول کے لیے مدد کریں۔

پی کے ایم ٹی، خیبر پختونخوا کے صوبائی رابطہ کار فیاض احمد نے اجلاس میں صوبائی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کسان مزدور تحریک صوبے کے چار اضلاع مانسہرہ، ہری پور، پشاور اور دیر لوئر میں کام کررہی ہے۔ضلع ہری پور میں پچھلے ایک سال میں سات ساؤ پروگرام ہوئے جس میں ایک نوجوانوں کے ساتھ اور ایک عورتوں کے ساتھ کیا گیا۔ کل 66 نئے ممبران بنے جبکہ پرانے ممبران کی تعداد 19 ہے۔ اسی طرح ضلع لوئر دیر میں 12 ساؤ پروگرام ہوئے جن میں نوجوانوں اور عورتوں کے ساتھ کیے گئے ساؤ شامل ہیں۔ لوئر دیر میں 91 نئے ممبران بنے ہیں۔ضلع مانسہرہ میں تین ساؤ ہوئے جس میں 35 نئے ممبران بنے ہیں۔ پشاور میں بھی تین ساؤ پروگرام ہوئے جن میں 35 نئے ممبران بنے ہیں۔ چار صوبائی میٹنگ اور دو پیپ منعقد ہوئے، پیپ میں شرکت کرنے والے ارکان کی تعداد کم تھی۔ ہری پور میں جرنلسٹ ٹریننگ منعقد کی گئی اور 8 مارچ کو عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر جلسہ منعقد کیا گیا۔ضلع ہری پور اور دیر میں ایک ایک مکئی کا مشترکہ بیج بینک لگایا گیا اور ضلع دیر میں ہی ایک انفرادی بیج بینک بھی لگایا گیا۔

پی کے ایم ٹی کی جدوجہدو کے حوالے سے ضلع ہری پور کے رکن آصف خان نے کہا کہ ایک طبقہ جو کسان مزدور ہے وہ مشکل حالات میں جی رہا ہے اور ایک طبقہ جاگیردار اور سرمایہ دار ہے جو پرسکون زندگی گزار رہا ہے۔ کسان کے پاس اپنی زمین نہیں، اپنا بیج نہیں ہے اور زراعت میں استعمال ہونے والے سب مداخل مہنگے ہیں۔ ملک میں سبزانقلاب کی وجہ سے بھوک غربت اور بیروزگاری میں اضافہ ہوا ہے اور کسان اپنے روایتی بیجوں سے محروم ہوئے۔ غذائی عدم تحفظ کی وجہ سے آج تھرپارکر میں بچے بھوک سے مررہے ہیں۔ کسانوں میں بے زمینی کی وجہ نوآبادیاتی نظام اور پیداوار کے باجود کسانوں کی بدحالی کی وجہ جدید نوآبادیاتی نظام یعنی نیولبرل الزم ہے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی یہاں حکومت انگریزوں کے طریقہ کار پر چل رہی ہے اور انہی پالیسوں پر عمل کیا جارہا ہے۔ ان حالات میں واحد راستہ منظّم جدوجہد ہے اور پی کے ایم ٹی مزاحمتی جدوجہد پر ہی یقین رکھتی ہے۔ پی کے ایم ٹی ایسی جدوجہد کررہی ہے جس کے تحت کارخانوں میں مزدور اپنی اجرت کا تعین خود کریں اور وسائل پر اختیار صرف اور صرف کسان اور مزدوروں کا ہو۔

کسانوں کی حالات زار پر بات کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی پنجاب کے صوبائی رابطہ کار مقصود احمد نے کہا کہ ملک بھر میں کسان بہت برے حالات ہیں، سندھ ہو یا پنجاب سب کسانوں کے ایک ہی جیسے حالات ہیں۔ جاگیردار، سرمایہ دار کسان کو کھارہا ہے، کیمیائی کھاد اسپرے وغیرہ کی لعنت نے خوراک اور

صحت کو تباہ کیا جس کی وجہ سے کسان برباد ہورہا ہے۔ اب ہمارے کسانوں کو پی کے ایم ٹی کی جدوجہد ہی بچا سکتی ہے، ہم نے ایک ہونا ہے اور ہم اگر اتفاق کرلیں تو یہ سارے وڈیرے سرمایہ دار ہمارے قدموں میں ہوں گے۔ ہم اپنا بیج بھی بچاسکیں گے اور کامیابی ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔

منڈی میں کسانوں کو درپیش مسائل پر بات کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی ضلع ہری پور کے رکن خالد محمود نے کہا کہ منڈی میں کسانوں کے استحصال کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کریلے کا ایک تھیلا اسلام آباد کی منڈی میں کسان سے 400 روپے میں خریدا جاتا ہے جس پر کسان کا خرچ فی تھیلا 200 روپے ہوتا ہے اور باقی اس کی آمدن ہوتی ہے۔ مگر وہی تھیلا کچھ دیر بعد اسی منڈی میں تاجر 1,600 روپے میں فروخت کردیتے ہیں۔ یعنی کسان سے کریلا 15 سے 20 روپے فی کلو خریدا جاتا ہے۔ اسی منڈی میں دو گھنٹے بعد کریلے کا بھاؤ 80 روپے فی کلو ہوتا ہے کیونکہ منڈی پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہے جو دو گھنٹہ کے اندر کریلے کے ایک تھیلے پر 1,200 روپے بغیر کسی محنت کے کما لیتے ہے لیکن جس کسان نے چھ ماہ محنت کرکے اسے کاشت کیا اسے ایک تھیلے پر 200 روپے آمدنی ملتی ہے۔ کسانوں کے اس استحصال کے خلاف جدوجہد کے لیے ضروری ہے کہ کسان پی کے ایم ٹی سے جڑیں اور دیہات میں ہونے والے ہمارے تربیتی پروگرام میں شرکت کریں تاکہ ہم اس سرمایہ دارانہ نظام کو شکست دے سکیں۔

اس کے بعد ”بول کہ لب آزاد ہیں تیرے“ سیشن میں عدیل احمد، محمد اقبال، الطاف وارثی اور محمد ساجد نے بھی اظہار خیال کیا۔ پی کے ایم ٹی ضلع ہری پور کے رابطہ کار محمد اقبال نے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

پاکستان پانی کے مسائل سے دوچار

تحریر: ظہور جوئیہ

پانی دنیا میں زندہ رہنے کے لیے اہم ترین عنصر ہے جس کے بغیر نہ انسان اس دنیا میں رہ سکتے ہیں اور نہ ہی دیگر جاندار۔ پاکستان دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جو پانی کی کمی سے دوچار ہیں اور اس کمی کی وجہ سے کئی طرح کے مسائل کا شکار ہیں۔ بھارت کے ساتھ سندھ طاس معاہدے کے بعد پانی کے لیے پاکستان کا انحصار دریائے جہلم، چناب اور دریائے سندھ پر ہے جبکہ دریائے راوی، ستلج اور بیاس کے پانی پر بھارت کا اختیار ہے۔ بھارت کی جانب سے دریائے چناب اور جہلم پر سندھ طاس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ڈیموں کی تعمیر سے پاکستان کو دستیاب پانی میں مزید کمی ہوئی ہوگئی ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شدید ہوتی جارہی ہے۔

پاکستان میں دستیاب 70 فیصد سے زیادہ پانی زرعی شعبہ میں استعمال ہوتا ہے اور دنیا کا سب سے بڑا آبپاشی نظام بھی پاکستان میں ہے جو 80 فیصد زیرکاشت رقبے کو سیراب کرتا ہے۔ لیکن اس آبپاشی نظام کے بنیادی ڈھانچے میں بہت سی کمزوریاں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 35 سے 40 فیصد پانی نہری آبپاشی نظام میں ضائع ہو جاتا ہے جسے آبپاشی نظام کو بہتر بناکر، اس کی مرمت اور دیکھ بھال سے کافی حد تک بچایا جاسکتا ہے۔ آبپاشی نظام کی اس خستہ حالی کی ذمہ داری حکومت اور آبپاشی کے محکموں پر عائد ہوتی ہے جو آبپاشی نظام کی مرمت و تعمیر اور دیکھ بھال میں اقربا پروری، بدعنوانی اور دیگر کئی وجوہات کی بدولت توجہ نہیں دیتے۔

پانی کے تحفظ کے لیے اسے پائیدار طریقوں پر ذخیرہ کرنے کے علاوہ اس کا پائیدار استعمال بھی ضروری ہے۔ پانی کی کمی کے تناظر میں ضروری ہے کہ زیادہ پانی سے کاشت ہونے والی گنے جیسی فصلوں کی کاشت کو ملکی ضروریات کے مطابق محدود کیا جائے بجائے اس کے کہ ضرورت سے زیادہ گنا اور دیگر نقدآور فصلوں کی کاشت پر قیمتی آبی وسائل خرچ کرکے انہیں بین الاقوامی منڈی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے برآمد کیا جائے۔

پانی کے پائیدار استعمال کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ مشینی طریقہ زراعت جس میں بڑے پیمانے پر کیمیائی کھاد اور زہریلے اسپرے استعمال کیے جاتے ہیں انہیں ترک کرکے پائیدار اصولوں پر کسان روایتی زراعت کریں تاکہ زیرزمین آبی وسائل اور سمندری وسائل کو ان کیمیائی زہریلے اجزا سے محفوظ بنایا جاسکے جو اجناس کی پیداوار اور سمندری خوراک کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہے جس سے جھیلوں، دریاؤں اور سمندروں کے ساتھ آبادیاں روزگار حاصل کرتی ہیں۔ دوسری طرف آبی وسائل آلودہ ہونے کی وجہ سے نا صرف شہروں بلکہ دیہات میں رہنے والے ہیپاٹائٹس اور اس جیسی کئی طرح کی جان لیوا بیماریوں کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔ پاکستان میں پانی کی کمی کی موجودہ صورتحال میں موسمی تبدیلی کا بھی بنیادی کردار ہے۔ بارشوں اور برفباری کے نظام میں ہونے والی تبدیلی اور درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے برفانی پہاڑ تیزی سے پگھلتے ہیں جو دریاؤں میں سیلاب کی وجہ بنتے ہیں جس سے تقریباً ہر سال کسان شدید نقصان سے دوچار ہوتے ہیں۔ دوسری طرف موسمی تبدیلی کے ہی نتیجے میں بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے کئی علاقے خشک سالی کا شکار ہیں۔

پاکستان کو پانی کے انتظام اور اس کے تحفظ پر توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے جو ہماری زرعی معیشت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔حکومت فوری طور پر پانی کے مسئلے پر قابو پانے کے لیے پائیدار بنیادوں پر پالیسی تیار کرے، آبپاشی نظام کو بہتر بنائے اور پانی کے تحفظ سے لے کر اس کی منصفانہ تقسیم کے عمل میں چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو شامل کرے۔

جنگلات کی افادیت اور اس کی کٹائی کے نقصانات

تحریر: الطاف حسین

جنگلات قدرت کا ایک انمول تحفہ ہے۔ جنگلات کی بدولت ہی ماحول صاف ستھرا رہتا ہے کیونکہ درخت اور پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں اور آکسیجن خارج کرتے ہیں جو انسانوں اور جانوروں کے لیے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے۔ جنگلات سے ہم عمارتی لکڑی اور جلانے کے لیے لکڑی بھی حاصل کرتے ہیں اس کے علاوہ جنگلات مال مویشیوں کی چراگاہ کے طور پر خوراک بھی فراہم کرتے ہیں جن سے انسان خوراک حاصل کرتے ہیں۔ پاکستان میں پہلے ہی جنگلات صرف چار فیصد رقبے پر ہیں اس کے باوجود ملک میں جنگلات کی کٹائی کا عمل تیزی سے جاری ہے جو ناصرف موسمی تبدیلی میں شدت بلکہ ماحول کی تباہی کا بھی سبب بن رہا ہے۔ جنگلات کی کٹائی کی وجہ سے بارش کا پانی زمین کے اندر جذب نہیں ہوتا بلکہ اکثر سیلاب کی شکل اختیار کر کے فصلیں، مویشی اور انسانوں کو بہا کر لے جاتا ہے۔ جنگلات کی بے دریغ کٹائی سے جنگلی حیات کے مسکن ختم ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ کئی اقسام کی جنگلی حیات کا خاتمہ ہورہا ہے۔ جنگلات ختم ہونے کی وجہ سے زمین پانی جذب نہیں کرپاتی اور چشمے بھی سوکھ جاتے ہیں جن کا ندی نالوں کی صورت بہتا پانی اکثر باغات اور فصلوں کی کاشت اور انسان و مویشیوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں موسمی تبدیلی کے بدترین اثرات، بڑھتی ہوئی ماحولیاتی آلودگی اور پانی کی کمی کی موجودہ صورتحال میں ضروری ہے کہ جنگلات پر مشتمل رقبے کو کم از کم 25 فیصد تک لائیں۔ ملک بھر میں درختوں کی کٹائی کو روکیں اور زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں۔

مکئی اور دیگر فصلوں کی تباہی اور حکومتی عدم دلچسپی

تحریر: محمد اقبال

مکئی کی فصل کے پی کے خصوصاً ہزارہ میں انسانوں اور مال مویشی (بھینس اور گائے وغیرہ) کی خوراک کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زیادہ تر پہاڑی علاقوں میں مکئی کی فصل ہی کاشت کی جاتی ہے۔مکئی روٹی بنانے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے خصوصاً دوپہر کے کھانے میں کسان گھروں میں مکئی کی روٹی پکاتے ہیں اور ساگ، لسی، مکھن اور چٹنی وغیرہ کے ساتھ مزے سے یہ دیسی خوراک کھاتے ہیں خاص کر ان علاقوں میں جہاں گندم بہت کم مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔لیکن بدقسمتی سے پچھلے 10 سے 12 سالوں میں موسمی تبدیلی، جنگلی سوروں کے فصل پر حملے اور مقامی غلہ منڈی میں مکئی کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے 90 فیصد کاشتکاروں نے مکئی کی فصل کاشت کرنا چھوڑ دی ہے جس سے بے روزگاری اور غربت میں اضافہ ہورہا ہے۔فصل خراب ہونے کی وجہ سے اس پر خرچ کی گئی رقم ضائع ہو جاتی ہے۔ اس سال بھی ایسا ہی ہوا۔فصل پکنے کے قریب تھی کہ آندھی کے ساتھ ژالہ باری ہوئی جس سے پتے جھڑ گئے، پھل گر گیا اور باقی جو بچا وہ جنگلی سوروں نے حملہ کر کے تباہ کردیا جس سے کاشتکاروں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔کسانوں نے کئی متعلقہ حکومتی اداروں سے اس بارے میں بات بھی کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ ان وجوہات کی وجہ سے کے پی کے خصوصاً ہزارہ میں مکئی کی فصل ناپید ہو کر رہ گئی ہے۔حکومت ایسے اقدامات کرے کہ جس سے کسانوں کی فصلیں بھی محفوظ ہوں اور اس علاقے اور ملک میں ترقی ہو۔

مزدوروں پر تبدیلی کے اثرات

تحریر: فیاض احمد

پاکستان ایک زرعی ملک ہے جہاں ایک طرف کسان زرعی شعبہ میں محنت کرکے پورے ملک کو خوراک فراہم کرتے ہوئے ملکی معیشت کو چلارہے ہیں اور دوسری طرف مزدور ملکی معیشت کو مضبوط کرنے کے لیے صنعتی پیداوار کررہے ہیں۔ خیبر پختونخوا میں حیات آباد، پشاور، گدون امازئی کی طرح حطار، ہری پور میں بھی حطار اکنامک زون میں صنعتیں قائم کی گئی ہیں۔ اس صنعتکاری کا مقصد تھا کہ ملکی معیشت کو مضبوط کیا جائے گا اور بے روزگار لوگوں کو روزگار دیا جائے گا لیکن ہوا اس کے برعکس۔ اس صنعتی علاقے کے لیے چھوٹے کسانوں سے زمینیں چھین کر صنعتکاروں کو اونے پونے داموں دے دی گئیں جس سے ان کسانوں کا ذریعہ معاش اور روزگار ختم ہوگیا۔ ملک میں پہلے ہی تقریباً آدھی زرعی زمین جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے قبضے ہیں۔ بقیہ زمین پر کاشت کرنے والے چھوٹے کسانوں سے زمین صنعتکاری اور ملکی مفاد کے نام پر چھین کر ان سرمایہ

داروں کو دی جارہی ہے جو پہلے ہی بہت سی زمین جائیداد کے مالک ہیں۔ اس پالیسی کے ذریعے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں پر مشتمل طبقہ اشرافیہ کے مفادات کا تحفظ کیا جارہا ہے کیونکہ اسمبلیوں اور اعلیٰ عہدوں پر بھی یہی طبقہ اشرافیہ قابض ہے جنہیں صنعتی ترقی کے نام پر زمین دی جاتی ہے اور پھر اسی زمین پر صنعت لگانے کے لیے انہیں کروڑوں، اربوں روپے کا قرضہ آسان شرائط پر دیا جاتا ہے۔ ان صنعتوں کے لیے پانچ سے 10 سال تک ٹیکس معاف کیے جاتے ہیں اور صنعتیں چلانے کے لیے ہر طرح کی سہولیات دی جاتی ہیں۔ جو قرض سرمایہ دار بینکوں سے حاصل کرتے ہیں آدھا صنعت پر لگاتے ہیں اور باقی غیر قانونی طور پر ملک سے باہر منتقل کر کے وہاں صنعت لگاتے ہیں یا دیگر منافع بخش تجارت میں سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ سرمایہ دار قرض لے کر جو صنعت قائم کرتے ہیں جب تک اس پر ٹیکس معاف ہوتا ہے اور منافع حاصل ہوتا ہے چلاتے ہیں۔ بینکوں سے لیے گئے قرض کا صرف معمولی حصہ ہی واپس کرتے ہیں۔ جب ان صنعتوں پر ٹیکس لگ جاتا ہے اور دیگر مسائل آتے ہیں تو بینک انتظامیہ اور دیگر اداروں سے مل کر صنعت کو خسارے میں ظاہر کر کے بند کردیتے ہیں اور اکثر سیاسی اثر و رسوخ استعمال کر کے قرض معاف بھی کروالیتے ہیں۔

حطار اکنامک زون میں جو صنعتیں قائم کی گئی ہیں ان میں سیمنٹ، غذائی اشیاء، کیمیکل، گھی، کیبل، کاغذ، مشروبات، کپڑا، قالین، صابن، چپ بورڈ، سنگ مرمر، فائبر، شیشہ، کھاد، مرغیوں کی خوراک بنانے والی صنعتیں شامل ہیں۔ ان صنعتوں کو چلانے کے لیے جو مزدور کام پر رکھے جاتے ہیں انہیں یومیہ اجرت اور عارضی ملازمت پر بھرتی کیا جاتا ہے۔ مرد مزدوروں کو یومیہ 12 گھنٹے کام کے بدلے 12 سے 14 ہزار اور عورتوں کو 8 سے 10 ہزار روپے ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ اس شرح سے تنخواہ بھی بہت کم صنعتوں میں دی جاتی ہے اور زیادہ تر مزدور اس سے بھی کم تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ ان مزدوروں کو کارخانے کی جانب سے سوشل سیکورٹی کارڈ نہیں دیے جاتے۔ دوران ملازمت مزدوروں کو گھر سے کارخانے تک آمد و رفت کی سہولت بھی نہیں دی جاتی۔ عورتوں کو دوران سفر اور کام کے دوران مرد حراساں بھی کرتے ہیں اور ان صنعتوں میں بچوں سے بھی مشقت لی جاتی ہے۔ ان بچوں کو چار سے پانچ ہزار روپے ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ مزدوروں کو کام پر 90 دن پورے ہونے سے پہلے ہی نکال دیا جاتا ہے۔ چند دنوں بعد کچھ کو دوبارہ نئے سرے سے بھرتی کرلیا جاتا ہے تاکہ قانونی طور پر انہیں مستقل نہ کرنے پڑے اور ان کے حقوق سلب کیے جاسکیں۔

ان صنعتوں میں دو طرح کے رجسٹر رکھے جاتے ہیں ایک جس میں اندراج قوانین کے مطابق کیا جاتا ہے اور اسے انتظامیہ کو جانچ کے لیے پیش کرنا ہوتا ہے اور دوسرا رجسٹر جعلی ہوتا ہے جس میں دی جانے والی کم تنخواہوں کا اندراج کیا جاتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جو ادارے مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے بنے ہیں ان کے اہلکار مزدوروں کے بجائے صنعتکاروں کا تحفظ کرتے ہیں اور انہیں مزدوروں کے استحصال کی راہیں دکھاتے ہیں۔ اس کام کے بدلے وہ صنعتوں سے ماہانہ بھتہ وصول کرتے ہیں۔ مزدوروں کو مزدور کمیٹیوں، بورڈ اور گورننگ باڈی میں بھی شامل نہیں کیا جاتا بلکہ وہاں بھی مزدور کی نمائندگی سرمایہ دار خود کررہے ہوتے ہیں۔

چند نام نہاد غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) نے بھی مزدور کے نام پر کروڑوں روپے کے منصوبے حاصل کیے اور ان کے حقوق کی جدوجہد کے بجائے مزدوروں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا لیکن مزدوروں کے لیے کوئی منظم اور مضبوط پلیٹ فارم نہیں بنایا۔ ان تنظیموں نے مزدوروں کو سرمایہ داروں کے سامنے لاکھڑا کیا اور پھر بے یار و مددگار چھوڑ دیا، جس کے بعد مزدوروں پر صنعتوں اور ان کے مالکان نے بے تحاشہ ظلم ڈھائے۔ کچھ کو ملازمتوں سے نکال دیا اور ان کے صنعتوں میں داخلے پر ہی پابندی عائد کردی۔ سیاسی جماعتوں نے بھی این جی اوز کی طرح مزدوروں کے حقوق کے لیے سرگرم مزدور رہنماؤں کو سیاسی جماعتوں میں عہدیدار بنادیا جس سے مزدور اتحاد میں دراڑیں پڑیں اور مزدور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مزدور اپنا حق لینے کے لیے پانچ پانچ سال لیبر کورٹ کے چکر لگا کر تھک جاتے ہیں اور مقدمے کی پیروی ہی کرنا چھوڑ دیتے ہیں زیادہ تر مقدمات میں یک طرفہ فیصلہ سرمایہ داروں کے حق میں ہو جاتا ہے۔

مزدوروں کے حقوق سے متعلق قوانین اور ان پر عمل درآمد:

1۔ خیبر پختونخوا صنعتی و تجارتی ملازمت کے ایکٹ 2013 کے مطابق صنعتی و تجارتی اداروں میں ملازمین کی بھرتی و برطرفی، تبادلہ، ترقی کی تحریری دستاویز کا حصول ملازمین کا حق ہے لیکن اس قانون پر یہاں کی 10 فیصد صنعتوں میں بھی عمل نہیں ہوتا۔

2۔ خیبر پختونخوا صنعتی و تجارتی ملازمت کے ایکٹ 2013 کے مطابق اجتماعی بیمہ محنت کشوں کا حق ہے۔ اس قانون پر بھی عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔

3۔ خیبر پختونخوا صنعتی و تجارتی ملازمت کے ایکٹ 2013 کے مطابق محنت

کشوں کو ملازمت سے برخاستگی کی صورت میں کم از کم ایک ماہ کی تنخواہ فی سال کے حساب سے اس کا حق ہے یعنی مزدور اگر دس سال تک ملازمت پر تھا تو اسے دس ماہ کی تنخواہ دی جاۓ۔ اس قانون پر 10 سے 15 فیصد عمل بھی بمشکل ہی ہوتا ہے۔

4۔ خیبر پختونخوا کم از کم اجرت کے قانون 2013 کے مطابق غیر ہنر مند مزدور (مرد و عورت) کی روزانہ آٹھ گھنٹے کام کے عوض کم از کم اجرت 15,000 روپے ماہوار ہوگی۔ اس قانون پر بھی صرف 10 سے 15 فیصد عمل کیا جاتا ہے۔

5۔ خیبر پختونخوا فیکٹریز ایکٹ 2013 کے مطابق محنت کشوں کا اوور ٹائم کرنے پر دگنا معاوضہ ان کا حق ہے۔ اس قانون پر 10 فیصد بھی عمل نہیں ہوتا۔

6۔ خیبر پختونخوا فیکٹریز ایکٹ 2013 کے مطابق ہر ملازم کو 13 تہواری چھٹیاں، 14 سالانہ چھٹیاں، 10 اتفاقی چھٹیاں اور 8 بیماری کی چھٹیاں تنخواہ کے ساتھ وصول کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس قانون پر بھی 8 فیصد بھی عمل نہیں ہوتا۔

7۔ خیبر پختونخوا فیکٹریز ایکٹ 2013 کے مطابق تمام اداروں میں بچوں سے مشقت لینا ممنوع ہے۔ یہ قانون بھی برائے نام ہے اور 10 سے 15 فیصد صنعتوں میں بچوں سے مشقت لی جاتی ہے۔

8۔ خیبر پختونخوا فیکٹریز ایکٹ 2013 کے مطابق تمام صنعتی اور تجارتی اداروں میں پیشہ ورانہ صحت و سلامتی اور تحفظ کے لیے اقدامات کرنا لازمی ہیں۔ اس قانون پر بھی 10 سے 15 فیصد عمل کیا جاتا ہے۔

9۔ ورکر ویلفیئر فنڈ آرڈیننس مجریہ 1971 کے تحت ملازم کو اپنی یا ملازم/ ملازمہ کی بیٹیوں کی شادی پر جہیز گرانٹ مبلغ 100,000 روپے کے حصول کا حق ہے۔ اس پر بھی عمل 10 سے 15 فیصد ہوتا ہے اور پانچ پانچ سال سے ملازمین کو گرانٹ نہیں مل رہی۔

10۔ ورکر ویلفیئر فنڈ آرڈیننس مجریہ 1971 کے تحت ملازم / ملازمہ یا ان کی بیٹیوں اور بیٹوں کو مکمل تعلیمی اخراجات (ٹیلنٹ ایوارڈ) کے حصول کا حق حاصل ہے۔ اس پر بھی عمل صرف 10 سے 15 فیصد ہوتا ہے۔ اکثر یہ فنڈ دو دو سال تاخیر کا شکار ہوتا ہے۔

11۔ ورکر ویلفیئر فنڈ آرڈیننس مجریہ 1971 کے تحت ملازم/ ملازمہ کو دوران ملازمت فوتگی پر ورثا کو ورکر ویلفیئر بورڈ کی طرف سے امداد (ڈیتھ گرانٹ) 500,000 روپے کے حصول کا حق حاصل ہے۔ اس پر بھی عمل 10 سے 15 فیصد ہوتا ہے اور امدادی رقم پانچ پانچ سال سے نہیں دی جارہی۔

12۔ ایمپلائز سوشل سیکورٹی آرڈیننس 1965 کے تحت ہر ملازم (عارضی یا مستقل) کے لیے سوشل سیکورٹی رجسٹریشن کارڈ کا اجراء لازمی ہے۔ اس پر بھی 10 سے 25 فیصد عمل ہوتا ہے۔

13۔ اولڈ ایج بینیفٹ ایکٹ 1976 کے مطابق ہر ملازم (عارضی یا مستقل) کو ریٹائرمنٹ کے بعد پینشن کارڈ (EOBI) کا اجراء لازمی ہے۔ اس پر بھی 10 سے 25 فیصد عمل ہوتا ہے۔

14۔ خیبر پختونخوا ورکرز کمپنسیشن ایکٹ 2013 کے مطابق ملازم/ ملازمہ کی دوران کام یا دوران ملازمت 60 سال کی عمر تک کسی بھی حادثاتی موت کی صورت میں ورثاء کو مالکان سے طرف سے ڈیتھ گرانٹ مبلغ 300,000 روپے وصول کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس قانون پر بھی 10 فیصد بھی عمل نہیں ہوتا۔

15۔ خیبر پختونخوا انڈسٹریل ریلیشنز ایکٹ 2010 کے مطابق مزدوروں کو تمام صنعتی اداروں میں ٹریڈ یونین یا انجمن سازی کا حق حاصل ہے۔ اس قانون پر ایک فیصد بھی عمل درآمد نہیں ہورہا کیونکہ لیبر ڈائریکٹر، لیبر انسپکٹر اور محکمہ لیبر کے اہلکار صنعتوں کے لیے کام کرتے ہیں۔ اول تو صنعتیں کارخانے تنظیم سازی ہونے ہی نہیں دیتے اور اگر کوئی چھپ کر ان سرکاری محکموں تک اپنے حق کے لیے جاتا ہے تو یہ اہلکار کارخانے دار کو آگاہ کردیتے ہیں جو مزدور کو ہی نکال دیتے ہیں یا ان میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔ اکثر مزدوروں کو اپنے حقوق کا علم ہی نہیں ہوتا اور ادارے ان کے حقوق کے لیے کام بھی نہیں کررہے۔

16۔ خیبر پختونخوا فیکٹریز ایکٹ 2013، خیبر پختونخوا انڈسٹریل کمرشیل ایمپلائمنٹ (اسٹینڈنگ آرڈر) ایکٹ 2013، خیبر پختونخوا ادائیگی اجرت ایکٹ 2013 کے مطابق تمام صنعتی اداروں کے مرکزی دروازے پر مروجہ قوانین کی تشہیر کے لیے انہیں اردو زبان میں تحریر کرکے چسپاں کرنا لازم ہے۔ اس قوانین پر پانچ فیصد بھی عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔

19۔ اپرنٹس شپ آرڈیننس 1962 کے مطابق اداروں کے زیر تربیت 20 فیصد افراد کو ملازم رکھنا ضروری ہے۔ اس قانون پر دو فیصد بھی عمل نہیں ہوتا۔

19۔ ڈس ایبل پرسن (ایمپلائمنٹ اینڈ ری ہیبلیٹیشن) آرڈیننس 1981 کے مطابق تمام اداروں میں ملازمین کی تعداد کے دو فیصد کے برابر معذور افراد کو ملازمت کے حصول کا حق حاصل ہے۔ اس قانون پر ایک فیصد بھی عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔ درج بالا تمام سہولیات و مراعات کا حصول ہر مزدور/ ملازم کا قانونی حق اور نہ ملنے کی صورت میں انہیں قانونی چارہ جوئی کا حق بھی حاصل ہے۔

پچھلے پانچ سال بھی خیبر پختونخوا میں پاکستان تحریک انصاف کی حکومت رہی ہے جس نے دعویٰ تو بڑے بڑے کیے مگر عمل نہیں کیا۔ مزدوروں کے حوالے سے جن قوانین کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان پر صوبے میں 25 فیصد بھی عمل درآمد نہیں ہوتا۔ ان قوانین میں جن سہولیات اور مراعات کا تذکرہ ہے ان پر بھی 15 فیصد بھی عمل نہیں ہوتا۔ پچھلے پانچ سالوں کے دوران پی ٹی آئی حکومت نے صوبے میں کم سے کم اجرت میں اضافہ کیا تھا جسے صنعت کاروں کے احتجاج اور دباؤ پر پرویز خٹک حکومت کو واپس لینا پڑا۔ پی ٹی آئی حکومت نے کم از کم اجرت 15,000 روپے بذریعہ کراس چیک مزدوروں کو دینے کا دعویٰ کیا لیکن اس پر عمل نہیں کیا۔ عورتوں کو ہراساں کرنے کا عمل جاری ہے، بچوں سے مشقت لی جارہی ہے، کم از کم اجرت نہیں دی جارہی اور مزدوروں کے لیے کام کرنے والے ادارے بھی تاحال اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کررہے ہیں۔

ایک طرف پی ٹی آئی کا نعرہ ہے کہ ایک کروڑ لوگوں کو روزگار دیا جائے گا دوسری طرف ورکر ویلفیئر سے ہزاروں افراد کو نکالا جارہا ہے اور نہیں چھ چھ ماہ تنخواہ نہیں ملتی۔ ایک طرف موجودہ حکومت کا نعرہ ہے کہ 50 لاکھ گھر دیے جائیں گے دوسری طرف کے پی کے کے مزدوروں کو اب تک کواٹر کے مالکانہ حقوق نہیں دیے جبکہ باقی تین صوبے مزدوروں کو کواٹر کے مالکانہ حقوق دے چکے ہیں۔

جس طرح ماضی کی آمرانہ حکومتیں، پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کی حکومتیں مزدوروں کے ساتھ سلوک کرتی رہی ہیں، موجودہ حکومت ان سے کچھ مختلف نہیں کررہی۔ معیشت کی بحالی کے لیے سعودی عرب اور چین سے قرض لیا جارہا ہے اور مزید قرض کے لیے آئی ایم ایف سے بات چیت جاری ہے، مگر آئی ایم ایف کی متوقع شرائط پر عمل درآمد معاہدے سے پہلے ہی شروع ہوگیا ہے۔ بجلی، گیس اور تیل مہنگا کردیا گیا اور ڈالر کی قیمت آسمانوں کو چھو رہی ہے۔ ان تمام اقدامات سے مہنگائی کا طوفان کھڑا ہوگیا ہے جس کے اثرات صنعتی مزدور، عام مزدور، چھوٹے اور بے زمین کسان پر براہ راست پڑے ہیں کیونکہ ان کی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا جبکہ مہنگائی بڑھ گئی ہے۔ کے پی کے میں شجر کاری مہم میں اربوں روپے کی بدعنوانی ہوئی جو اب پورے ملک میں ہوگی۔ موجودہ حکومت حادثاتی طور پر اقتدار میں آئی جس نے کوئی منصوبہ بندی نہیں کررکھی تھی جو پہلے اقتدار میں آتے تھے وہ بڑے بدعنوان تھے جو جانتے تھے کہ ملک کیسے چلانا ہے اور چوری کس طرح کرنی ہے۔ موجودہ حکومت کے پاس نعروں کے سوا کچھ نہیں۔ وزیر اعظم ہاؤس خالی، گورنر ہاؤس خالی، بھینس فروخت، گاڑیاں فروخت، ہیلی کاپٹر کا خرچ صرف 55 روپے فی کلو میٹر۔ مزدور اب بسوں کی چھتوں پر نہیں بلکہ ہیلی کاپٹر پر سفر کرسکتے ہیں۔ کیا یہی ہے وہ ''تبدیلی'' جو آنہیں رہی آچکی ہے!

پیداواری وسائل پر اختیار ہی خوراک کی خودمختاری ہے!

تحریر: صابر عظیم

آج سے ڈیڑھ دو سو سال پہلے تک ہمارے آباؤ اجداد جنگل میں دریا کے ساتھ آباد تھے کیونکہ اس وقت دریا میں بڑے پیمانے پر سیلاب نہیں آتے تھے اس لیے دریا کنارے رہنے میں کوئی رکاوٹیں نہیں ہوتی تھیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کی رہائش دریا کے کنارے ہوتی تھی۔ ان میں سے کسی ایک کے پاس کشتی ہوتی تھی جس کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی سے پانچ سے چھ خاندان زندگی بسر کرتے تھے۔ جنگل سے لکڑی کاٹ کر ٹوکرے بناتے تھے اور انہیں آس پاس کے گاؤں میں گندم کے بدلے فروخت کر دیتے تھے۔ دریا سے مچھلی پکڑتے تھے اور اپنا گزارا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں تھا، جہاں روزگار ملتا اسے ہی ٹھکانہ بنا لیتے تھے۔ ہمارے آباؤ اجداد خودمختار تھے کیونکہ قدرتی وسائل پر ان کا اختیار تھا۔

آہستہ آہستہ کشتیاں ختم ہوگئیں۔ موسمی تبدیلی اور آلودگی کی وجہ سے 20 سے 25 سال پہلے تک دریا جیسا تھا اب ویسا نہیں ہے اور نہ ہی جنگل ہیں۔ اب ٹوکرے بنانے والی لکڑی بھی نہیں ملتی اور جو دریا کے پاس ہے بھی تو زمیندار کاٹنے نہیں دیتے اور لکڑی کے پیسے طلب کرتے ہیں۔ ایک تو ٹوکری بنانے کا روزگار ہاتھ سے چلا گیا دوسرا بارشوں اور برف پگھلنے سے جس طرح دریا میں پانی پہلے آتا تھا اب اس طرح نہیں آتا۔ اب دریا پر رکاوٹیں بنادی گئی ہیں جیسے کہ ڈیم، بیراج وغیرہ۔ دریا میں تبدیلی کے ساتھ ہم نے اپنی زندگی میں

بھی تبدیلی دیکھی ہے۔ اب ہم کاشتکاری کی طرف راغب ہوگئے ہیں۔ تربوز کی فصل کاشت کرتے ہیں جس کا آغاز ستمبر میں ہوتا ہے۔ سب سے پہلے ہل اور بلیڈ سے کام کرکے زمین تیار کی جاتی ہے۔ اس کے بعد زمین میں چار سے پانچ فٹ گہرے گڑھے بنائے جاتے ہیں۔ اگر مزدوروں سے گڑھے بنوائیں تو ایک گڑھے کی مزدوری چار سے پانچ روپے دیتے ہیں۔ ایک ایکڑ زمین پر 1,200 سے 1,300 گڑھے بنائے جاتے ہیں جن کی کل مزدوری تقریباً 8,000 روپے بنتی ہے۔ گڑھے بنانے کے بعد ان میں کیمیائی کھاد بھی ڈالی جاتی ہے۔ ایک ایکڑ زمین میں دو بوری ڈی اے پی ڈالی جاتی ہے۔ اس کے بعد تربوز کا ہائبرڈ بیج لگایا جاتا ہے جس پر 13,000 روپے فی ایکڑ خرچ آتا ہے۔ اس فصل پر خاندان کے تمام افراد کو کام کرنا پڑتا ہے۔ پودا جب زمین سے دو اِنچ باہر آجاتا ہے تو اسے سردی سے بچاؤ کے لیے پلاسٹک کی تھیلی سے ڈھانپنا پڑتا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا پودا ہے جو ٹھنڈ برداشت نہیں کرسکتا۔ اس فصل پر پانچ سے چھ دفعہ زہریلا اسپرے کیا جاتا ہے جس پر 30,000 سے 32,000 روپے خرچ آتا ہے۔ پہلے ہم دیسی طریقے سے فصلیں کاشت کرتے تھے لیکن اب سب مداخل کمپنی والوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اب فصل پر خرچہ زیادہ ہوتا ہے اور منافع کم ہے۔ اس صورتحال میں کسان شہروں میں محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہیں۔

اب ہم لوگ مچھلی کا کام بھی کرتے ہیں۔ مچھلی کے آڑھتی ہم سے دیہاڑی پر کام کرواتے ہیں۔ ہم تالاب سے مچھلی پکڑتے ہیں اور اسے گاڑی میں لادتے ہیں جس کی یومیہ دیہاڑی 500 سو روپے ملتی ہے۔ سردی کم ہو تو آڑھتی اپنے کارندوں سے ہی کام لیتا ہے لیکن جب سردی بڑھ جاتی ہے تو ہمیں کام پر بلایا جاتا ہے۔ کام کے دوران ہمیں بخار ہو یا طبیعت خراب ہو جائے تو بھی ہم کام ختم کیے بغیر جانہیں جاسکتے۔ مچھلی فارم کا مالک کہتا ہے کہ وہ گاڑی کا خرچہ اٹھا کر ہمیں لایا ہے اس لیے کام تو کرنا ہی پڑے گا۔ یہاں مزدوروں کے ساتھ انتہائی غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے اور مزدوروں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کسان مزدور جو خود اگاتا ہے، پیداوار کرتا ہے اور دوسروں کو کھلاتا ہے اس کے ساتھ ظلم پر مبنی رویہ رکھا جاتا ہے۔ جب تک ہمارے آباؤ اجداد کا جنگلات اور دریائی وسائل پر اختیار تھا ہم خودمختار اور خوشحال تھے اب ہم چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے لیے دو وقت کی روٹی کا حصول بھی مشکل ہوگیا ہے۔

مزدور کسان جدوجہد اور پاکستان کسان مزدور تحریک

تحریر: طارق محمود

دنیا بھر کی ترقی مزدوروں اور کسانوں کی مرہون منت ہے۔ مگر پوری دنیا کی ترقی کا محور یہ طبقہ خود انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ خوراک و زراعت سے لے کر صنعتی و سماجی ترقی اسی محنت کش طبقے کی بدولت ہے۔ کسانوں کو قانونی مراعات تک حاصل نہیں، تاہم مزدوروں کے لیے قانونی مراعات صرف کاغذوں تک محدود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محنت کش طبقہ غریب سے غریب تر اور سرمایہ دار و جاگیردار طبقہ امیر سے امیر تر ہوتا جارہا ہے۔ سیاست و ریاست پر راج اسی مراعات یافتہ طبقے کا ہے۔ یہی طبقاتی فرق دنیا بھر میں غربت کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

حطار انڈسٹریل زون، ہری پور، پاکستان کا نواں بڑا صنعتی علاقہ ہے جہاں تقریباً 350 کارخانے قائم ہیں۔ ان کارخانوں میں سیمنٹ، ادویات، خوراک، فولاد، گھی، شیشہ، مشروبات اور پیکیجز (پیکنگ کے سامان) کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔ ان کارخانوں میں تقریباً 20 ہزار غریب مزدور کام کرتے ہیں جن میں سے صرف دو فیصد مقامی مزدور ہیں اور باقی مزدوروں کا تعلق پنجاب اور دیگر شہروں سے ہے۔ اس علاقے میں کارخانوں کے قیام سے قبل وسیع رقبے پر لوگ کاشتکاری کرتے تھے جو ناصرف اپنی خوراک کی ضروریات پوری کرتے تھے بلکہ ملکی غذائی ضروریات میں بھی حصہ ڈالتے تھے۔ اس علاقے میں کارخانوں کے قیام کے لیے جہاں مقامی لوگوں کی آباؤ اجداد کی زمین اونے پونے داموں حکومت نے ہتھیائی وہاں ان کارخانوں کے قیام سے لوگوں کی معاشی و سماجی زندگی پر بھی بڑی منفی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

- زمین جانے سے مقامی لوگوں کا زریعہ معاش ختم ہوگیا اور بڑے پیمانے پر بے روزگاری میں اضافہ ہوا۔
- زمین کے بدلے ملنے والا قلیل معاوضہ مکانات بنانے یا پھر بچوں کی شادیوں کی نظر ہوا۔
- لوگ شدید سماجی و معاشی بحران کا شکار ہوئے اور مقامی لوگوں کو کارخانوں میں روزگار بھی نہ ملا جس کی ایک وجہ ان لوگوں میں علم و ہنر کی کمی تھی، تاہم جو مقامی لوگ یہ اہلیت رکھتے بھی تھے تو بھی انہیں روزگار نہیں ملا۔ مقامی لوگوں کو اس لیے روزگار نہیں دیا گیا کہ ان مزدوروں میں جرٔت پیدا نہ ہوسکے اور وہ مضبوط نہ ہوسکیں۔ مقامی لوگوں کو روزگار کی عدم فراہمی سے علاقے میں احساس محرومی اور بدحالی نے

جنم لیا۔

- کارخانوں سے خارج ہونے والی آلودگی نے یہاں کی صاف ستھری آب و ہوا کو شدید متاثر کیا جس سے براہ راست انسان، حیوانات، نباتات سمیت تمام ماحولیات کو نقصانات کا سامنا ہے۔
- فضائی آلودگی کے نتیجے میں خوراک آلودہ ہونے سے موذی امراض عام ہوئے اور شرح اموات میں اضافہ ہوا۔
- کارخانوں کے شور اور پتھر توڑنے کے لیے کیے جانے والے دھماکوں (بلاسٹنگ) سے مقامی لوگوں کی قوت سماعت اور مکانات متاثر ہورہے ہیں۔صنعتوں میں استعمال ہونے والی بھاری گاڑیوں کی وجہ سے سڑکیں تباہ ہورہی ہیں جس سے لوگوں کی آمد و رفت اور فصلوں کی منڈی تک رسائی مشکل سے مشکل تر ہوتی جارہی ہے۔
- کارخانوں کے قریب اسکول شور اور آلودگی سے تعلیمی خلل کا شکار ہیں۔ حکومتی مجرمانہ خاموشی اور غفلت نام نہاد جمہوریت اور طرز حکمرانی پر سوالیہ نشان ہے۔ ایسی حکومت جو کہ عوامی ہونے کے بجائے عملاً اشرافیہ کی، اشرافیہ کے لیے، اشرافیہ سے ہی چنی گئی نظر آرہی ہے۔
- پہاڑوں کی کٹائی سے علاقے کی آب و ہوا، خوبصورتی اور مال مویشی شعبہ بھی بری طرح متاثر ہورہا ہے اور پہاڑوں پر برسوں سے آزمودہ قدرتی جڑی بوٹیوں کے ناپید ہونے سے لوگوں کا مفت اور آزمودہ روایتی طریقہ علاج ختم ہوکر رہ گیا ہے اور زندگی گزارنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے۔ دیکھا جائے تو مٹھی بھر افراد کے سرمایہ کو بڑھانے کی دوڑ میں اس علاقے میں انسانی زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے اور اشرافیہ کی حکومت بڑے بڑے دعووں کے برعکس نامقامی لوگوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے اقدامات اٹھارہی ہے اور نہ ہی مزدوروں کے جائز حقوق دینے کے لیے کوئی قدم اٹھارہی ہے۔ اس صورت حال میں مزدور انتہائی بدحالی اور کارخانوں میں بے شمار مسائل کا شکار ہیں۔
- بھرتی کا کارڈ، سوشل سیکیورٹی کارڈ، ای او بی آئی (EOBI) کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے برسوں سے نوکری کرنے والا مزدور تا حال باقائدہ مزدور کے درجہ سے محروم ہے۔ ایسے مزدوروں کی تعداد ہزاروں میں ہے جنہیں دانستہ قانونی تحفظ وسہولیات سے محروم کردیا گیا ہے۔
- مزدوروں کے اوقات کار 8 سے 12 گھنٹے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ پائے جاتے ہیں اور تنخواہیں کم از کم تنخواہ کے قوانین کے مطابق نہیں ہیں۔
- مزدوروں کے کام کی جگہ انتہائی غیرصحت مندانہ اور خطرناک ہے۔ ان کی حفاظتی کا معقول بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے کئی مزدور اپنی جان گنوا چکے ہیں۔
- حادثات میں متاثر ہونے والے زیادہ تر مزدوروں کو مروجہ قوانین کے مطابق معاوضہ بھی نہیں ملتا۔
- زیادہ تر مزدور کنٹریکٹ پر یا ٹھیکیداری نظام میں کام کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مروجہ مزدور قوانین سے محروم رہتے ہیں۔
- مزدوروں میں اپنے حقوق کے حوالے سے آگہی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نا وہ منظّم ہو پاتے ہیں اور ناہی اپنے حقوق حاصل کرپاتے ہیں۔
- مزدور عورتوں کی تنخواہ مرد مزدوروں کے برابر نہیں ہے اور ناہی ان عورتوں کے لیے حالات سازگار ہوتے ہیں۔ مزدور عورتوں کو ہراساں کرنے کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ عورتوں کی کام پر آمد و رفت کے لیے معقول سواری بھی میسر نہیں ہوتی۔
- مزدور طبقہ کے لیے کسی قسم کی قانونی اور سماجی مدد میسر نہ ہونے سے اکثر مزدور قانونی چارہ جوئی اور کسی قسم کی مزاحمت سے دور نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی قانونی چارہ جوئی کی جائے بھی تو مزدوروں کے لیے بنائے گئے سرکاری ادارے پوری طرح کارخانے کی انتظامیہ کا ساتھ دیتے ہیں۔ مزدوروں کے مقدمات کو طوالت دی جاتی ہے تاکہ مزدور تھک ہار کر مقدمے کی پیروی کرنا ہی چھوڑ دے۔
- یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ مزدوروں کے حق میں ہونے والے فیصلوں پر عمل درآمد میں تاخیری حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اگر کسی مزدور کو عدالت بحال کردے تو اس مزدور سے کارخانے کی انتظامیہ امتیازی سلوک روا رکھتی ہے اور کسی بھی خود ساختہ وجوہ پر اسے نکال دیا جاتا ہے۔
- ضلع میں لیبر ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ کو آئینی طور پر بیک وقت انتظامی اور عدالتی اختیارات حاصل ہیں لیکن یہ محکمہ ہمہ وقت کارخانے کی انتظامیہ کی خدمت کے لیے سرگرم نظر آتا ہے۔
- مزدوروں کے لیے بنائی گئی بستیوں میں ملی بھگت سے غیر قانونی طور پر کارخانوں کے بااثر افسران قبضہ کیے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے بے شمار مزدور رہائش سے محروم ہیں۔
- مزدوروں کے بچوں کے لیے اسکولوں میں بڑے پیمانے پر بدعنوانی کی

وجہ سے تعلیمی معیار نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ اوسطاً ایک بچے پر ماہانہ 17 ہزار روپے خرچ کیے جارہے ہیں۔

- مزدوروں کی بچیوں کے لیے جو گرانٹ برسوں سے نہیں دی جارہی۔ ایک اندازے کے مطابق ضلع ہری پور میں رواں سال 11 ہزار مقدمے درج ہوئے ہیں جن میں زیادہ تر التوا کا شکار ہیں۔

ان حالات کے باوجود مزدور دن رات ملکی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ ڈال رہے ہیں اور چند افراد اشرافیہ کی مدد سے اپنے سرمائے کو بڑھانے کی تک و دو میں ہیں۔ حکومت کی عملداری نہ ہونے کے برابر ہے اور مزدور طبقے کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ان حالات میں پاکستان کسان مزدور تحریک، ہری پور نے اپنی بساط کے مطابق اس طبقے کے لیے جدوجہد کا بیڑہ اٹھایا جو حطار انڈسٹریل اسٹیٹ کے مزدوروں کے حقوق کے لیے بھی کام کررہی ہے۔

غنی گلاس فیکٹری حطار میں شیشہ سازی کی صنعت سے منسلک ہے۔ اس کارخانے میں شیشے سے بوتلیں وغیرہ بنائی جاتی ہیں جہاں تقریباً 500 مزدور کام کرتے ہیں۔ 2015 میں پانچ سے 20 سال پرانے 70 مزدوروں کو بغیر کسی پیشگی اطلاع یا نوٹس کے نکال دیا گیا۔ جب مزدوروں نے بیدخلی کے خلاف احتجاج کیا تو انہیں پولیس کے ذریعے ہراساں کرنے کی کوشش کی گئی۔ پاکستان کسان مزدور تحریک، ہری پور کے کارکنان نے مزدوروں کی اخلاقی اور قانونی مدد کا فیصلہ کیا۔ پولیس اور لیبر ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ مل کر کارخانے کی انتظامیہ کے ساتھ گفت وشنید کے نتیجے میں یہ مزدور بحال کردیے گئے تاہم کچھ عرصہ بعد انہیں دوبارہ غیر قانونی طور پر برطرف کردیا گیا۔ مزدوروں نے دوبارہ احتجاج کیا اور پولیس کی مداخلت ہوئی۔ پاکستان کسان مزدور تحریک نے ایک بار پھر متعلقہ محکموں کے ساتھ مل کر مزدوروں کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ دریں اثناء مزدوروں نے لیبر کورٹ سے رجوع کیا اور انتظامیہ نے مزدور دشمن حربے کے طور پر پاکستان کسان مزدور تحریک ہری پور کے کارکنان حاجی ریزم خان اور طارق محمود کے ساتھ ساتھ 70 مزدوروں کے خلاف بلترتیب ڈھائی کروڑ اور 15 کروڑ کے ہرجانے کے دعوے کردیے۔ تین سال کی طویل قانونی جدوجہد کے بعد پی کے ایم ٹی کے کارکنان اور مزدوروں کے خلاف غنی گلاس کے ہرجانے کے دعوی خارج کردیے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ لیبر کورٹ نے بھی مزدوروں کو غنی گلاس کا مزدور مانتے ہوئے ان کی تمام مراعات اور بقایاجات (ٹرمنل بینیفٹس) کی وصولی کے مقدمے میں مزدوروں کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔ غنی گلاس فیکٹری کی انتظامیہ کو حکم دیا گیا کہ مزدوروں کے مکمل بقایاجات ادا کیے جائیں۔

مزدور جدوجہد کے اثرات

- غنی گلاس اور دیگر کئی کارخانوں میں تنخواہیں قانون کے مطابق ہوئیں۔
- غنی گلاس اور دیگر کارخانوں میں سوشل سیکیورٹی کارڈ اور ای او بی آئی کارڈز کا اجراء شروع ہوگیا۔
- غنی گلاس میں کنٹریکٹ مزدور مستقل کردیے گئے۔ مزدوروں کو پانچ فیصد بونس کا اجراء شروع ہوگیا۔
- اس جدوجہد سے 500 مزدوروں کو براہ راست اور 1,000 مزدوروں کو بالواسطہ فائدہ ہوا۔
- غنی گلاس میں بالخصوص اور چند دوسرے کارخانوں میں بالعموم کام کرنے کے حالات اور اوقات کار میں بہتری آئی۔
- غنی گلاس کے خلاف مقدمہ میں کامیابی سے حطار انڈسٹریل اسٹیٹ اور غنی گلاس کے مزدوروں میں نیا ولولہ پیدا ہوا اور ان کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔
- غنی گلاس سے برطرف کیے گئے 70 مزدوروں کو لاکھوں روپے معاوضہ ملے گا جس سے ان کی معاشی اور سماجی حالت میں مثبت تبدیلی آئے گی۔ مزدور تحریکیں منظم ہونگی اور ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

15 اکتوبر: دیہی عورتوں کا عالمی دن

پریس ریلیز

اس سال ''دیہی عورتوں کے عالمی دن کو مناتے ہوئے 20 سال ہو گئے ہیں۔ ان بیس سالوں میں دیہی عورتوں پر کیا بہتر اثرات سامنے آئے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس وقت عالمی سطح پر بھوک بڑھتی جارہی ہے۔ 2016 میں 801 ملین لوگ بھوکے تھے اور صرف ایک سال میں ان کی تعداد 821 ملین ہوگئی ہے لیکن اس سے بڑھ کر یہ ایک بھیانک سچ ہے کہ ان لوگوں میں 60 فیصد عورتیں اور بچے ہیں۔ یہ حالات یقیناً ان طاقتور کرداروں کی وجہ سے ہے جو زرعی پیداواری نظام پر قابض ہیں۔ ان میں جاگیرداری، سرمایہ داری اور پدر شاہی طاقتیں سب سے آگے ہیں۔ دنیا میں کیمیائی صنعتی زراعت نے نہایت تباہ کاری برپا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) اور روٹس فار ایکوٹی دیہی عورتوں کا عالمی دن پیسٹی سائیڈ ایکشن نیٹورک (پین اے پی) اور دیگر عالمی تنظیموں کے ساتھ مل کر یکم تا 16 اکتوبر نوجوانوں کی

قیادت میں زرعی ماحولیات اور خوراک کی خودمختاری کے لیے جدوجہد ’’یوتھ آن دی مارچ: بلڈنگ گلوبل کمیونٹی فار ایگرو ایکولوجی اینڈ فوڈ سورنٹی!‘‘ کے عنوان سے منا رہی ہے۔

پی کے ایم ٹی اور روٹس فار ایکوٹی نے دیہی عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر گھوٹکی، سندھ میں ایک جلسے کا اہتمام کیا جس میں پی کے ایم ٹی کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور عورتوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

جلسے سے خطاب کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی، گھوٹکی کی رکن زریت نے کہا کہ پاکستان کی تقریباً دو تہائی آبادی دیہات میں رہتی ہے جہاں زرعی شعبہ میں کام کرنے والے مزدوروں میں عورتوں کا تناسب 74 فیصد ہے جو کپاس، گنا، گندم اور چاول جیسی اہم فصلوں کی کٹائی، چنائی، بیجائی اور دیگر کام سرانجام دیتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی کی تحقیق کے مطابق سندھ اور پنجاب میں کپاس چننے والی عورتیں 200 سے 300 روپے فی من اور دیگر فصلوں پر 100 سے 150 روپے یومیہ اجرت پر آٹھ سے دس گھنٹے سخت سردی اور گرمی میں ایسے ماحول میں کام کرنے پر مجبور ہیں جہاں انہیں ہر قدم پر صنفی امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ 2013 میں جاری ہونے والی آخری قومی غذائی سروے کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 50.4 فیصد عورتیں خون کی کمی، 41.3 فیصد وٹامن اے، 66.8 فیصد وٹامن ڈی کی کمی کا شکار ہیں۔ اقوام متحدہ کی 2018 میں صنفی امتیاز پر جاری ہونے والی رپورٹ سے سندھ میں عورتوں میں غذائی کمی کی تشویشناک صورتحال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ صوبہ سندھ میں دیہی عورتوں میں غذائی کمی کا تناسب 40.6 فیصد ہے جبکہ افریقی ملک نائیجیریا کی دیہی عورتوں میں غذائی کمی کا تناسب 18.9 فیصد ہے۔

پی کے ایم ٹی سندھ کے صوبائی رابطہ کار علی نواز جلبانی نے کہا کہ نیولبرل پالیسیوں کے تحت ہائبرڈ اور جینیاتی فصلوں پر مشتمل غیر پائیدار کیمیائی طریقہ پیداوار کا فروغ نا صرف کسانوں کو منڈی کا محتاج بنا رہا ہے بلکہ بیجائی سے چنائی یا کٹائی کے مراحل تک سب سے زیادہ فصلوں پر کام کرنے والی دیہی عورتوں کی زندگیوں کو بھی شدید خطرات میں مبتلا کررہا ہے۔ خصوصاً کپاس کی فصل پر کام کرنے والی عورتیں خارش، دمہ اور دیگر جلدی بیماریوں کا شکار جاتی ہیں جس پر بیماریوں اور کیڑوں سے بچاؤ کے لیے بھاری مقدار میں زہریلے اسپرے کیے جاتے ہیں جو شدید ماحولیاتی آلودگی کا سبب بھی ہے۔ کپڑے برآمدی صنعت جو زرمبادلہ کے حصول کا اہم ترین زریعہ ہے، ان دیہی عورتوں کی مرہون منت ہے جن کی بہبود کے لیے سرکای سطح پر کوئی منصوبہ بندی نہیں کی جاتی۔

پی کے ایم ٹی کے سابق مرکزی رابطہ کار راجہ مجیب کا اس موقع پر کہنا تھا کہ ملک سے بھوک، غربت، غذائی کمی، صنفی امتیاز کے خاتمے کے لیے لازم ہے کہ زمین، بیج اور پانی جیسے اہم پیداواری وسائل پر کسانوں کا اختیار ہو نا کہ جاگیردار، سرمایہ دار اور ان کی زرعی کمپنیوں کا۔ پی کے ایم ٹی دیہی عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر مطالبہ کرتی ہے کہ خوراک کی خودمختاری کے حصول کے لیے زمین کسان مرد و عورتوں میں منصفانہ اور مساویانہ بنیادوں پر تقسیم کی جائے اور پائیدار زرعی ماحولیاتی نظام (ایگرو ایکالوجی) کو فروغ دیا جائے۔

جاری کردہ: پاکستان کسان مزدور تحریک

16 اکتوبر: بھوک کا عالمی دن

پریس ریلیز

اقوام متحدہ کا عالمی ادارہ برائے خوراک و زراعت (ایف اے او) کی جانب سے ہر سال 16 اکتوبر کو ’’خوراک کا عالمی دن‘‘ منایا جاتا ہے۔ اس سال ایف اے او کا نعرہ ہے ’’2030 تک ایک بھوک سے پاک دنیا ممکن ہے‘‘ (A#ZeroHunger world by 2030 is possible)۔ دنیا بھر میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے حقوق کے لیے سرگرم تنظیمیں اس دن کو بھوک کے عالمی دن کے طور پر مناتی ہیں۔ اس سال پاکستان کسان مزدور تحریک (PKMT) اور روٹس فار ایکوٹی پیسٹی سائیڈ ایکشن نیٹ ورک (پین اے پی) اور دیگر عالمی تنظیموں کے ساتھ مل یکم تا 16 اکتوبر ایگرو ایکولوجی کی اہمیت اور اس کے فروغ میں نوجوانوں کے کردار کو اجاگر کرتے ہوئے اس دن کو ’’یوتھ آن دی مارچ: بلڈنگ گلوبل کمیونٹی فار ایگرو ایکولوجی اینڈ فوڈ سورنٹی!‘‘ کے عنوان سے منا رہی ہے۔

پی کے ایم ٹی اور روٹس فار ایکوٹی نے بھوک کے عالمی دن کے موقع پر ہری پور، خیبر پختونخوا میں ٹی ایم اے ہال تا صدیق اکبر چوک ایک احتجاجی ریلی کا انعقاد کیا جس میں صوبہ کے پی کے کے مختلف اضلاع سے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے ساتھ ساتھ صنعتی مزدوروں نے بھی نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

اس موقع پر پی کے ایم ٹی کے مرکزی رابطہ کار الطاف حسین کا کہنا تھا کہ پاکستان میں تقریباً 60 فیصد آبادی غذائی عدم تحفظ کا شکار ہے اور تقریباً 80 فیصد بچے غربت کی وجہ سے ضروری غذائیت (نیوٹریشنز) سے محروم ہیں جو ملک میں 44 فیصد بچوں میں نشو و نما میں کمی کی بنیادی وجہ ہے۔ یقیناً پاکستان سے بھوک کا خاتمہ ممکن ہے لیکن خوراک و زراعت کے اس موجودہ نظام میں بھوک کا خاتمہ ممکن نہیں جس پر بڑی بڑی زرعی کمپنیوں اور ان کی مہلک جینیاتی، ہائبرڈ اور کیمیائی مداخل پر مبنی زرعی ٹیکنالوجی کا غلبہ ہے۔ یہ دیوہیکل بین الاقوامی زرعی کمپنیاں ناصرف چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کا استحصال کر کے بھاری منافع کمارہی ہیں بلکہ ان میں بڑھتی ہوئی بھوک، غربت اور غذائی کمی کی وجہ ہیں۔ جاگیرداری نظام، کارپوریٹ زراعت اور دیگر آزاد تجارتی پالیسیوں کی وجہ سے ہی ملک میں گندم اور چاول جیسی غذائی فصلوں کی اضافی پیداوار کے باوجود بڑی تعداد میں عوام بھوک اور غذائی کمی کا شکار ہیں جس کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ زمین، خوراک اور منڈی پر ان جاگیردار اور سرمایہ داروں کا غلبہ ختم کیا جائے۔

پی کے ایم ٹی خیبر پختونخوا کے صوبائی رابطہ کار فیاض احمد نے اس موقع پر کہا کہ پاکستان میں غیرملکی سرمایہ کاری اور برآمدی معیشت کے فروغ کی حکومتی پالیسیوں کے تحت ملک بھر میں ترقی اور جدت کے نام پر خصوصی اقتصادی زون اور شاہراہوں کی تعمیر جیسے منصوبوں کے نتیجے میں چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور آبادیوں کی زرعی زمینوں سے بیدخلی بڑھتی جارہی ہے جہاں پہلے ہی 45 فیصد زرعی زمین پر صرف 11 فیصد جاگیردار اور سرمایہ دار قابض ہیں۔ حطار انڈسٹریل زون کی توسیع اس کی واضح مثال ہے جس کے لیے ناصرف کسانوں کو بیدخل کیا گیا بلکہ پہلے سے قائم اس صنعتی علاقے میں کارخانوں میں صنعتی مزدور قانون کے مطابق کم سے کم اجرت اور دیگر بنیادی حقوق سے آج تک محروم ہیں۔

پی کے ایم ٹی ضلع ہری پور کے رابطہ کار محمد اقبال کا کہنا تھا کہ پاکستان میں عالمی سرمایہ دار ممالک کی ایماء پر حکومتی سرپرستی میں منڈی پر مبنی غیر پائیدار زرعی معیشت کو فروغ دے کر خوراک کی پیداوار اور زمین کو منافع کمانے کی ذریعہ بنادیا گیا ہے جو ناصرف چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں میں بھوک اور غربت کی وجہ ہے بلکہ موسمی تبدیلی، ماحولیاتی خصوصاً خوراک میں آلودگی کی بھی ذمہ دار ہے۔ ملک سے بھوک، غربت، بیروزگاری، ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے لیے ضروری ہے کہ زمین کسانوں میں منصفانہ اور مساویانہ طور پر تقسیم کی جائے، خوراک کی خودمختاری اور تحفظ کے لیے بین الاقوامی زرعی کمپنیوں کے زرعی شعبہ میں ہرقسم کے کردار کا خاتمہ کیا جائے، پالیسی سازی میں کسانوں کو شامل کر کے پائیدار بنیادوں پر ماحول دوست زرعی پیداواری نظام ایگرو ایکولوجی کے تحت زراعت اور صاف غذائیت سے بھرپور خوراک کی پیداوار کو فروغ دیا جائے جو ملک کے عوام کی صحت، روزگار اور خوشحالی کی ضمانت اور بھوک کے خاتمے کا پائیدار حل ہے۔

جاری کردہ: پاکستان کسان مزدور تحریک

بیج بینک

نوید احمد

پاکستان کسان مزدور تحریک گزشتہ کئی سالوں سے خوراک کی خودمختاری کے حصول کے لیے جدوجہد کررہی ہے۔ پی کے ایم ٹی یقین رکھتی ہے کہ بیج کسان کی ایجاد اور اس کی ملکیت ہے جس پر کمپنیوں کا کوئی حق نہیں۔ کئی ممالک میں اس بات کا مشاہدہ ہوچکا ہے کہ زہریلے کیمیائی مداخل کے استعمال سے خوراک اور ماحول آلودہ ہورہا ہے جس سے انسانی زندگیوں پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ کمپنیوں کے تیار کردہ بیجوں کے استعمال سے ہمارے روایتی خالص بیج ختم ہورہے ہیں اور ناقص خوراک کی وجہ سے دیہی اور شہری زندگی مفلوج ہوتی جارہی ہے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک سمجھتی ہے کہ اپنے محفوظ شدہ بیجوں کے ذریعے پائیدار طریقہ زراعت میں ہی کسان اور ماحول کی بقاء ہے۔ اس نظریے کی تحت پی کے ایم ٹی کی جانب سے 13 مختلف اضلاع میں مشترکہ اور مختلف ضلع میں کئی کسانوں نے انفرادی طور پر بیج بینک لگائے۔ ہر ضلع میں نگران بیج کمیٹی ہے جو مشترکہ اور انفرادی بیج بینک کی نگرانی کرتی ہے۔ ضلعی کمیٹی کے ارکان نے مشترکہ طور پر بیج بینک کا انتظام کی ذمہ داری نبھائی۔

صوبہ سندھ میں جن اضلاع میں بیج بینک قائم کیے گئے ان میں ٹنڈو محمد خان، بدین، خیرپور، شکارپور اور گھوٹکی شامل ہیں جبکہ صوبہ پنجاب میں اوکاڑہ، ساہیوال، ملتان اور راجن پور شامل ہیں۔ اسی طرح صوبہ خیبر پختونخواہ میں ہری پور، مانسہرہ، پشاور اور لوئر دیر میں بھی مشترکہ بیج بینک قائم کیے گئے۔ صوبہ سندھ کے اضلاع خیرپور اور گھوٹکی میں چاول کی کاشت پر پابندی ہے۔ اس وجہ سے وہاں چار چار اقسام کی سبزیوں کے بیج فراہم کیے گئے ہیں۔ شکارپور، بدین اور ٹنڈو محمد خان کے کسانوں کو چاول کی چار سے پانچ اقسام دی گئیں۔ اس طرح صوبہ پنجاب اور خیبر پختونخواہ میں سبزیاں اور مکئی کی اقسام دی گئیں۔

چاول کی اقسام میں سدا گلاب، کائنات، رتڑیو، باسمتی-85، سپر کرنل اور سبزیوں میں بھنڈی، لسی توری، سفید توری، کدو اور مونگی کے بیج فراہم کیے گئے۔ بدقسمتی سے اس سال پانی کے بحران کی وجہ سے کئی اضلاع میں کاشت کاری نہیں ہوسکی اور کئی اضلاع میں کاشت کرنے کے باوجود فائدہ حاصل نہ ہوسکا۔ صوبہ سندھ میں ٹنڈو محمد خان، شکارپور۔ صوبہ پنجاب میں ملتان اور صوبہ خیبر پختونخوا میں لوئر دیر میں سبزیاں، چاول اور مکئی کے بیج بینک مکمل طور پر کامیاب رہے۔ اب گندم کی بوائی کا وقت ہے اور اس سال ہر ضلع میں کئی نئے کسانوں نے گندم اور سبزیوں کی اقسام روایتی پائیدار طریقے سے کاشت کرنے کا عزم کیا ہے۔ مجموعی طور پر تقریباً 80 سے 90 انفرادی بیج بینک اور 12 مشترکہ ضلعی بیج بینک قائم کیے جائیں گے۔

پی کے ایم ٹی / روٹس فار ایکوٹی ٹرائل فارم

روٹس فار ایکوٹی کے ٹرائل فارم پر موسم گرما کی فصلیں کاشت کی گئیں جن میں چاول کی مختلف اقسام جیسے کائنات، سدا گلاب، سپر کرنل، باسمتی-85، اری-6، رتڑیو، سری لنکن اور بنگلادیشی دیسی چاول کی اقسام شامل ہیں۔ چاول کی یہ اقسام ایک ایکڑ اور چھ کنال رقبے پر کاشت کی گئیں تھیں جس سے مختلف اقسام کی کل 50 من پیداوار حاصل کی گئی۔ 33 مرلے پر سبزیوں کی مختلف اقسام دیسی کدو، لسی توری، کاٹ توری، مونگی، تل، بھنڈی کاشت کی گئیں تھیں۔ سبزیوں کی کل پیداوار سے 11 کلو 400 گرام بیج حاصل کیا گیا۔ اس کے علاوہ مکئی کی مختلف اقسام، سفید مکئی ساہیوال، دیسی مکئی ساہیوال اور سیٹھی مکئی سات مرلے زمین پر کاشت کی گئیں جن کی کل پیداوار سے نو کلو بیج حاصل کیا گیا۔

پی کے ایم ٹی کی ششماہی سرگرمیاں (جولائی تا دسمبر، 2018)

پاکستان کسان مزدور تحریک کسانوں سے جڑے مسائل کو سمجھنے اور کسانوں کے ساتھ رابطے اور تنظیم سازی کو بڑھانے کے لیے ملک بھر کے منتخب اضلاع میں تربیتی پروگراموں کے ساتھ ساتھ روایتی زراعت کے فوائد اور جدید زراعت کے نقصانات سے آگاہی فراہم کرنے کے عمل میں ہے۔ اس عمل کا مقصد کسان دشمن حکومتی اور عالمی زرعی اور معاشی پالیسیوں کے خلاف کسانوں میں آگہی پیدا کرنا اور جدوجہد کے راستے تلاش کرنا ہے۔ اس حوالے سے پی کے ایم ٹی کے تحت جولائی تا دسمبر، 2018 کے دوران مندرجہ ذیل سرگرمیاں انجام دی گئیں۔

عوامی آگہی پروگرام برائے پائیدار زراعت

پی کے ایم ٹی کے تحت منتخب اضلاع میں پائیدار زراعت کے حوالے سے عوامی آگہی پروگرام (ساؤ) کا انعقاد کیا گیا۔ صوبہ سندھ میں 14 سیشن ہوئے جس میں سے 3 سیشن نوجوانوں کے ساتھ منعقد کیے گئے۔ صوبہ کے پی کے میں کل 15 سیشن منعقد کیے گئے جن میں سے چار عورتوں کے ساتھ اور ایک نوجوانوں کے ساتھ منعقد کیا گیا۔ صوبہ پنجاب میں 6 سیشن کیے گئے جن میں سے ایک نوجوانوں اور ایک سیشن عورتوں کے ساتھ منعقد کیا گیا۔

پولیٹکل ایجوکیشن پروگرام (پیپ)

پولیٹکل ایجوکیشن پروگرام (پیپ-I) عوامی آگہی پروگرام برائے پائیدار زراعت (ساؤ) کے مقابلے میں اعلیٰ سطحی تعلیمی پروگرام ہے جس میں سبز انقلاب، پدر شاہی، پیداواری وسائل، نوآبادیات، پیداواری وسائل کے حوالے سے انسانی تاریخ اور عالمگیریت کے موضوعات تفصیلی طور زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ اس پروگرام کا دورانیہ دو سے تین دن پر مشتمل ہوتا ہے۔ گزشتہ چھ ماہ میں صوبہ پنجاب اور کے پی کے میں ایک ایک پیپ منعقد کیا گیا جبکہ صوبہ سندھ میں پیپ I دو مختلف گروپ کے ساتھ منعقد کیے گئے۔

پی کے ایم ٹی چھٹا صوبائی اجلاس

صوبہ پنجاب اور کے پی کے کا چھٹا صوبائی اجلاس بلترتیب 7 اکتوبر کو لاہور اور 16 اکتوبر کو ہری پور، ہطار میں منعقد کیا گیا۔ اجلاس کا مقصد صوبائی سطح پر ارکان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا۔ اجلاس کی تفصیلات صفحہ 3 پر ملا خطہ فرمائیں۔

دیہی عورتوں کا عالمی دن

ہر سال کی طرح اس سال بھی پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) اور روٹس فار ایکوٹی نے دیہی عورتوں کا عالمی دن پیسٹی سائیڈ ایکشن نیٹورک (پین اے پی) اور دیگر عالمی تنظیموں کے ساتھ مل کر نوجوانوں کی قیادت میں زرعی ماحولیات اور خوراک کی خودمختاری کے لیے جدوجہد "یوتھ آن دی مارچ: بلڈنگ گلوبل کمیونٹی فار ایگرو ایکولوجی اینڈ فوڈ سورنٹی!" کے عنوان سے منایا۔ اس دن

کے مناسبت میں گھوٹکی، سندھ میں ایک جلسے کا اہتمام کیا جس میں پی کے ایم ٹی کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور مرد و عورتوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ پریس ریلیز صفحہ 16 پر ملاحظہ کریں۔

کور گروپ میٹنگ

پچھلے چھ ماہ میں پی کے ایم ٹی کے مندرجہ ذیل اجلاس منعقد کیے گئے:

- مرکزی کور گروپ میٹنگ 20-19 ستمبر کو ملتان میں منعقد کی گئی۔
- پنجاب کور گروپ میٹنگ 4 جولائی کو ملتان میں منعقد کی گئی۔
- سندھ کور گروپ میٹنگ 14 جولائی کو کراچی اور 9 نومبر کو ضلع گھوٹکی میں منعقد کی گئی۔
- کے پی کے کور گروپ میٹنگ 12 اگست اور 2 دسمبر کو حطار، ہری پور میں منعقد کی گئی۔

پی کے ایم ٹی بیج بینک

زرعی ماحولیاتی طریقہ کار کے تحت روایتی بیجوں کے تحفظ کے لیے تینوں صوبوں میں خریف کے موسم میں مشترکہ و انفرادی بیج بینک کے قیام کے لیے ضلعی سطح پر مشاورت کی گئی جس کے نتیجے میں سات مشترکہ اور 13 انفرادی بیج بینکوں کا قیام عمل میں آیا۔ سندھ میں تین مشترکہ اور سات انفرادی، پنجاب میں دو مشترکہ اور پانچ انفرادی اور کے پی کے میں دو مشترکہ اور ایک انفرادی بیج بینک قائم کیا گیا۔ مشترکہ بیج بینک کے قیام کا مقصد ہے کہ ضلعی سطح پر کسانوں کو دیسی بیج دستیاب ہو اور منڈی کی محتاجی ختم کی جاسکے۔ مشترکہ بیج بینکوں میں چار سے پانچ اقسام کے چاول اور مختلف سبزیاں کاشت کی گئیں۔ موسم ربیع کے لیے 12 مشترکہ اور 94 انفرادی بیج بینک کے لیے کسانوں کو بیج فراہم کردیے گئے ہیں۔ ان بیج بینکوں میں تین سے چار اقسام کی گندم کے ساتھ سبزیوں کو دو دو اقسام بھی کاشت کی جائیں گی۔

احتجاجی ریلی

ہر سال کی طرح اس سال بھی پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی نے دیگر ایشیائی تنظیموں کے ساتھ مل کر 16 اکتوبر کو بھوک کے عالمی دن کے طور پر منایا۔ اس دن کی مناسبت سے ہری پور، خیبر پختونخوا میں ٹی ایم اے ہال تا صدیق اکبر چوک ایک احتجاجی ریلی کا انعقاد کیا گیا جس میں صوبے کے مختلف اضلاع سے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے ساتھ ساتھ صنعتی مزدوروں نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی۔ پریس ریلیز صفحہ 17 پر ملاحظہ فرمائیں۔

پاکستان کسان مزدور تحریک کا تعارف

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) ملک کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں پر مشتمل ایک تنظیم ہے۔ تنظیم نے اگرچہ پی کے ایم ٹی کا نام 2010 میں اختیار کیا لیکن بحیثیت کسان مزدور تنظیم یہ 2008 سے سرگرم عمل ہے۔ 2008 میں تنظیم پاکستان کسان سنگت کے نام سے جانی جاتی تھی۔ اس کے اہم اہداف میں زراعت اور زرعی مسائل کے بارے میں عوامی بیداری، پائیدار زراعت اور خوراک کی خود مختاری شامل ہے۔

پی کے ایم ٹی کی اہم ذمہ داریوں میں ملک کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے لیے حقوق، خوراک کی خود مختاری اور پائیدار زراعت کے موضوعات پر تفصیلی تربیتی پروگرام شامل ہیں۔ پی کے ایم ٹی میں فیصلہ سازی کور گروپ (مرکزی گروپ) کے ذریعے کی جاتی ہے اور تنظیمی ڈھانچے کے لیے تحریک کے ممبران عہدیداروں کا انتخاب کرتے ہیں جس میں مرکزی رابطہ کار، صوبائی رابطہ کار اور ضلعی رابطہ کار شامل ہیں۔

تحریک کے بنیادی اصول

پی کے ایم ٹی مذہب، رنگ، نسل، علاقائی اور لسانی تعصب سے بالا تر ہو کر مندرجہ ذیل اصولوں پر منظم ہونے کا عزم رکھتی ہے:

1۔ کسانوں بالخصوص کسان عورتوں کے حقوق۔
2۔ خوراک کی خود مختاری۔
3۔ موسمی انصاف۔
4۔ پیداواری وسائل تک اختیار اور رسائی۔
5۔ اتحاد، یکجہتی اور جدوجہد۔